چوہدری عبدالواحد صاحب

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

اے شب بے خبر بہ خدمت فرقاں کمر ببند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

تعلیمی تربیتی اور تبلیغی مجلہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

فروری ۱۹۶۱ء

ایڈیٹر
ابو العطاء جالندھری

سالانہ چندہ
پاکستان و بھارت: چھ روپے
دیگر ممالک: بارہ شلنگ

ہمارے تازہ خاص نمبر پر تبصرہ

ماہ دسمبر ۱۹۶۰ء کا شمارہ استاذی المکرم حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات پر مشتمل تھا۔ اس خاص نمبر پر جناب ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ "غازی" گجرات نے مندرجہ ذیل تبصرہ فرمایا ہے جسے ہم شکریہ کے ساتھ حرف بحرف شائع کرتے ہیں۔ ہم بھی خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ پر عمل پیرا ہیں۔ فاضل مدیر "غازی" رقمطراز ہیں:۔

"الفرقان" کا حافظ روشن علی نمبر

"الفرقان" احمدیہ جماعت کا علمی اور تحقیقی مجلہ ہے جو ابو العطاء جالندھری کی ادارت میں ربوہ سے ماہانہ شائع ہوتا ہے۔ الفرقان کا شمارہ ماہ دسمبر ۱۹۶۰ء بغرض تبصرہ ہمارے پیش نظر ہے جو احمدیہ جماعت کے مقتدر رکن حافظ روشن علی صاحب مرحوم کی سیرت و کردار پر محیط ہے۔ یہ مرقع سیرت ۲۰×۳۰ سائز کے [illegible] صفحات پر مشتمل ہے اور دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے ایک روپیہ میں مل سکتا ہے۔

حافظ روشن علی صاحب تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کے ایک قریہ رتیل کے رہنے والے مشہور صوفی اور اہل اللہ بزرگ حضرت نوشہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ سلسلۂ احمدیہ میں منسلک ہونے پر ترکِ وطن کر کے قادیان میں جا بسے تھے۔ جہاں جون ۱۹۲۹ء میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے رہگرائے جاودانی ہو گئے۔ باقی رہے نام اللہ کا۔

حافظ صاحب کی سیرت کے مختلف گوشوں کی نقاب کشائی مرحوم کے شاگردوں اور عقیدتمندوں کے قلم کی مرہونِ منت ہے۔ تحریک احمدیت سے بنیادی اختلافات کے باوجود ہم خذ ما صفا ودع ما کدر کی عینک سے الفرقان کے ہر شمارہ کا بغور مطالعہ کرتے ہیں اور حافظ روشن علی نمبر کو بالاستیعاب پڑھا ہے۔ احمدیہ جماعت والہانہ شیفتگی سے قطع نظر حافظ صاحب کی روزمرہ کی زندگی کے ایسے واقعات منظر عام پر لائے گئے ہیں جو اپنی درایت اور حادیت میں اپنی افادیت کے اعتبار سے کسی مسلمان کیلئے دنیوی و اخروی سرفرازی کا یکساں ذریعہ بن سکتے ہیں۔ حافظ صاحب حکیم نورالدین صاحب بھیروی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ نوابزادہ میاں عبدالرحیم خالد بار ایٹ لا کا ارشاد ہے کہ حافظ صاحب اپنے استاد مولانا نورالدین صاحب کا اس قدر ادب ملحوظ خاطر رکھتے تھے کہ جس طریق سے وہ ان کے سامنے ایک بار بیٹھ جاتے تھے پھر مجال ہے وہ کوئی حرکت کریں۔ بالکل اسی طرح مؤدبانہ بیٹھے رہتے تھے اور اسباق کا سلسلہ نماز فجر سے شروع ہو کر نماز ظہر تک جاری رہتا تھا۔ آجکل کے زمانے میں دیکھنے سننے میں بھی کوئی ایسا شاگرد نہیں آیا جس کے دل میں اس سے ہزارواں حصہ بھی اپنے استاد کے لئے عقیدت موجود ہو۔ حافظ روشن علی کی ایک آنکھ بند تھی دوسری آنکھ سے بھی کچھ واجبی دکھائی دیتا تھا لیکن حافظہ بلا کا پایا تھا۔ قرآن حکیم کی تفاسیر اور احادیث کے علاوہ انہیں احمدیہ سلسلہ کی تمام کتب از بر تھیں۔ حافظ صاحب کا یہ قول کس قدر جاندار اور مبنی برحقیقت ہے کہ لوگ شرعی احکام کی سپرٹ پر غور نہیں کرتے لفظی جھگڑوں میں پڑ کر بیکار وقت ضائع کرتے ہیں جو کبھی سود مند نہیں ہوتا۔ مقام حیرت ہے کہ اکثر احمدی مبلغین بھی اس کی خلاف ورزی کرتے دیکھے گئے ہیں۔

سیرت کی کتابیں پڑھنے میں ہمارا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ اس میں کسی خاص فرقہ یا جماعت کے بزرگوں کی قید نہیں۔ احمدیہ جماعت کے متعدد افراد کی سیرتیں بھی ہمارے زیر مطالعہ رہ چکی ہیں لیکن حکیم نورالدین صاحب بھیروی کی خود نوشت سوانح عمری "نورالدین اعظم" کے بعد الفرقان کے روشن علی نمبر نے خاص متاثر کیا ہے۔"

{ غازی - گجرات
یکم فروری ۱۹۶۱ء }

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبٰرک الذی نزّل الفرقان علٰی عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیراً

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلّہ

الفُرقان

جلد ۱۱ — رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۰ھ — شمارہ ۲

فروری سنہ ۱۹۶۱ء

بدلِ اشتراک

پاکستان و بھارت :- چھ روپے

دیگر ممالک :- بارہ شلنگ

تاریخ اشاعت

ہر انگریزی ماہ کی

دس تاریخ

ایڈیٹر

ابوالعطاء

جالندھری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مندرجات

۱	ہمارے تازہ خاص نمبر پر تبصرہ	"غازی" گجرات	ٹائیٹل صفحہ
۲	کسرِ صلیب اور عقیدۂ وفات مسیحؑ	ایڈیٹر	ص۳
۳	شذرات	"	ص۷
۴	وارداتِ قلب (نظم)	حضرت حافظ مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری	ص۹
۵	ماہِ رمضان اور رحمت کا نشان (نظم)	حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل	ص۱۱
۶	پیمانۂ عرفاں (نظم)	جناب چوہدری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے	ص۱۲
۷	البیان (آل عمرانؑ کا ترجمہ و مختصر تفسیر)	ابوالعطاء جالندھری	ص۱۳
۸	اسلام میں توحیدِ کامل کا نظریہ	صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان	ص۱۷
۹	میں اور احمدی جماعت	جناب علامہ نیاز فتحپوری ایڈیٹر نگار لکھنؤ	ص۳۰
۱۰	ہستی باری تعالیٰ کے سات ثبوت (ایک ماہر سائنسدان کا مقالہ)	جناب ڈاکٹر اے۔ کریسی ماریسن امریکہ	ص۳۳
۱۱	علامہ اقبال کے بارے میں قابلِ اعتراض رویّہ (صوبائی حکومت سے ہماری ایک ضروری درخواست)	ایڈیٹر	ص۳۸
۱۲	یہ دَور یقیناً قرآن مجید کا دور ہے (ایک بھائی کے اعتراض کا جواب)	"	ص۴۰
۱۳	دلچسپ مکالمہ	جناب ارشاد احمد صاحب شکیب	ص۴۱
۱۴	دنیا کی بے ثباتی	جناب حافظ محمد نور العین صاحب ضمیر بھاولپوری	ص۴۲
۱۵	الفرقان کے مستقل خریدار	مینیجر	ص۴۴
۱۶	جناب پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب کا شکریہ	"	ص۵۰

آئندہ نمبر کی محتویات کا خاص حصہ

مجلس خدام الاحمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور کے زیر اہتمام ۵ رفروری ۱۹۶۰ء کو وائی۔ ایم سی ہال میں زیر صدارت جناب کرنل عطاء اللہ صاحب ایک اہم جلسہ ہوا جس میں مولوی امام الدین صاحب مبلغ انڈونیشیا مولوی محمد منور صاحب فاضل مبلغ مشرقی افریقہ، سید جواد علی صاحب بی۔ اے مبلغ امریکہ، جناب مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ مغربی افریقہ نے اپنے اپنے علاقوں میں تبلیغ اسلام کے دلچسپ حالات پیش کئے۔ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب نومسلم نے ابتدائی تقریر کی اور خاکسار نے آخر میں "علم اور اسلام" پر مقالہ پڑھا۔ احباب کی خواہش پر یہ سب حالات اور مقالات یکجائی طور پر الفرقان کے آئندہ شمارہ میں شائع ہونگے نیز حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کے حالات اور انکا فوٹو بھی شائع ہوگا انشاء اللہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۱ ماہنامہ الفرقان ربوہ شمارہ ۲

احمدیہ عقائد کی فتح کا کھلا اعتراف

کسر صلیب اور عقیدہ وفات مسیحؑ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "آخری وصیت"

"اگر نصاریٰ یقین کر لیں کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں تو یہ مذہب بھی مُردہ ہے" (خواجہ عباد اللہ اختر)

موجودہ عیسائیت کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔ **اوّل** یہ کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مر گئے اور ان کی یہ **صلیبی موت** ہمارے گناہوں کا **کفارہ** ہو گئی۔ **دوم** یہ کہ حضرت مسیحؑ پھر زندہ ہو کر بجسدہ العنصری آسمانوں پر چڑھ گئے اور آج تک وہاں زندہ موجود ہیں اور دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے تو عیسائیت کی بنیاد اکھڑ جاتی ہے اور صلیبی مذہب پر موت وارد ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ **مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ** میں اسی بات کا اعلان ہے کہ حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت کا عقیدہ سراسر باطل ہے۔ پھر اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیحؑ آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ نہیں گئے اور نہ وہاں زندہ موجود ہیں، وہ جملہ انبیاء کی طرح طبعی موت سے وفات پا کر زمین میں دفن ہو چکے ہیں اور ان کے خود دوبارہ آنے کا نظریہ محض خیال خام ہے تو یقین جانئے کہ موجودہ عیسائیت زیرِ زمین دفن ہو جاتی ہے اور نصاریٰ اور ان کے پادری مسلمانوں کے سامنے منہ نہیں دکھا سکتے۔

ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کیا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں عیسائی مذہب کی بہت اشاعت ہو گی اور دجّالی طاقتوں اور یاجوج و ماجوج کا روئے زمین پر بہت انتشار ہو گا۔ صلیبی مذہب کو بہت عروج حاصل ہو گا۔ اسلئے آپؐ نے خدا تعالیٰ سے علم غیب پا کر پیشگوئی فرمائی کہ ایسے وقت میں میری اُمت مسلمانوں میں سے ایک **مسیح موعود** مبعوث ہو گا جس کا بڑا مشن یہ ہو گا کہ وہ **کسر صلیب** کرے گا۔ اس وقت کے **صلیبی مذہب** کو پاش پاش کرے گا اور اسلام کے غلبہ کا سامان کرے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کا خاص کام **یکسر الصلیب** قرار دیا ہے۔

مادی خیالات کے علماء سمجھتے تھے کہ لوہے اور لکڑی

کی صلیبوں کو توڑنا مسیح موعود کا کام ہوگا۔ مگر اہلِ تحقیق علماء پہلے بھی کسرِ صلیب کا یہی مفہوم سمجھتے تھے کہ مسیح موعود دینِ نصرانیت کا باطل ہونا ثابت کرے گا۔ چنانچہ امام ملا علی القاری لکھتے ہیں :۔

"قولہٗ فیکسر الصلیب قال
فی شرح السنۃ وغیرہ ای
فیبطل النصرانیۃ ویحکم
بالملۃ الحنیفیۃ ۔"
(مرقاۃ شرح المشکوٰۃ)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یکسر الصلیب کا مطلب شرح السنۃ وغیرہ کتب میں یہی درج ہے کہ مسیح موعود عیسائی مذہب کا باطل ہونا ثابت کرے گا اور اسلام کی برتری ثابت کرکے اسے جاری کرے گا۔

جب تیرھویں صدی ہجری میں عیسائیت نے عروج حاصل کیا اور یاجوج و ماجوج کی حکومتیں روئے زمین پر قائم ہوگئیں اور عیسائی پادری مشرق و مغرب میں "ربّنا المسیح" "ربّنا المسیح" کہتے ہوئے مسیح کی صلیبی موت کفارہ اور ان کے آسمان پر زندہ ہونے کا اعلان کرنے لگے اور اسلامی عقائد کے قلعہ کو مسمار کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ اِنّا نحنُ نزّلنا الذکر و اِنّا لہٗ لحٰفظون کے مطابق اسلام کی حفاظت اور عیسائیت کے ابطال کیلئے تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں اپنے بطلِ جلیل یعنی حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا۔ یہ وقت انتہائی نازک وقت تھا۔ حکومت عیسائیوں کی تھی۔ سارے مادی سامان عیسائی پادریوں کے ہاتھ میں تھے اور مسلمان اپنی مادی پستی اور اپنے اخلاقی انحطاط کے علاوہ علماء کے سکھائے ہوئے غلط عقائد کے باعث پادریوں کے لئے آسان ترین شکار تھے۔ پادری مسلمانوں کو اپنے لئے ایک تر لقمہ سمجھتے تھے۔ مشہور امریکن پادری مسٹر جان ہنری بروز نے ہندوستان میں اپنے ایک لیکچر میں یہاں تک کہہ دیا تھا کہ :۔

"اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت
کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں اس
ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک
طرف **لبنان** پر ضوفگن ہے تو دوسری
طرف **فارس** کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور
باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ
جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورتِ حال پیش خیمہ
ہے اس آنے والے **انقلاب** کا کہ جب
قاہرہ، دمشق، تہران کے شہر خداوند یسوع
مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتیٰ کہ
صلیب کی چمکار **صحرائے عرب** کے سکوت
کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی۔ اس وقت
خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ
مکّہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں
داخل ہوگا۔" (بروز لیکچرز صفحہ ۴۲)

گویا عیسائی دنیا **"صلیب کی چمکار"** کے لئے عظیم **انقلاب** اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی تھی اور ان کے نزدیک وہ دن دروازے پر تھے جبکہ سارا عالمِ اسلامی صلیبی مذہب کا حلقہ بگوش ہونے والا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر عیسائی پادریوں کی ساری امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ میرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الف الف سلام) نے اسلام کی یہ جنگ جس شاندار طریق پر لڑی اور قادیان کی گمنام بستی میں بیٹھ کر اسلام کے درخشندہ مستقبل کیلئے جو روحانی ہتھیار میتے مسلمانوں کو دیئے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ حجرہ نشین مولوی اور خانقاہوں میں سونے والے پیر نہ کر سکے مگر حق و باطل کے

اِس معرکہ میں کام کرنے والے سپاہی ان ہتھیاروں کی قوت کا علم رکھتے ہیں۔ اب تو عیسائیت کی پسپائی دُور کھڑے انسانوں کو بھی ایک محسوس حقیقت نظر آتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو آئندہ ہونے والا ہے وہ اسلام کے حق میں عظیم ترین انقلاب ثابت ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے اور صلیبی مذہب کے قصر کو پیوندِ خاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے الہام کے مطابق **دو ہتھیار** استعمال فرمائے۔ اوّل آپ نے دلائل و شواہد سے یہ ثابت فرمادیا کہ حضرت مسیحؑ کے صلیب پر مرنے کا عقیدہ سراسر غلط اور بے ثبوت عقیدہ ہے۔ حضرت مسیحؑ ہرگز صلیب پر نہیں مرے بلکہ بحالتِ بے ہوشی زندہ اُتارے گئے تھے۔ دوسرے یہ کہ حضرت مسیحؑ آسمانوں پر زندہ نہیں ہیں بلکہ وہ دوسرے نبیوں کی طرح وفات پاکر زمین میں مدفون ہیں اور کشمیر میں ان کی قبر ہے۔ آپ زندگی بھر ان ہتھیاروں کے ذریعہ عیسائی پادریوں کو شکست دیتے رہے۔ مشہور امریکن پادری ڈاکٹر زویمر نے اپنی عربی کتاب "**السّرالعجیب فی نخر الصلیب**" میں لکھا ہے کہ جماعت احمدیہ کے بانی مرزا غلام احمدؑ نے اِس نظریہ کو فروغ دیا کہ حضرت مسیح صلیب سے زندہ اُترے تھے اور پھر کشمیر کی طرف سفر کرکے وہاں پر طبعی موت سے فوت ہوئے۔ آگے لکھا ہے:۔

"وبواسطة وسائل الدعاية
المنظمة بحذق واجتهاد
ملأت جماعة الاحمدية هٰذه
جميع العالم الاسلامي بهٰذا
الخبر الجديد" (السّرالعجیب ص۲۷)

کہ جماعت احمدیہ نے اپنے ذرائع نشرواشاعت کے وسیلہ سے نہایت کوشش اور ہوشیاری سے تمام دنیائے اسلام میں اس نئے نظریہ کو پھیلا دیا ہے۔"

اِسی کتاب کے صفحہ چالیس پر ڈاکٹر زویمر نے لکھا ہے کہ اگر مسیحؑ کی صلیبی موت پر ایمان لانے کا عقیدہ نادرست ہے تو:۔ "**کانت مسیحیتنا بجملتها باطلة**" پھر ہماری ساری عیسائیت باطل ہے۔

اِس بیان سے ظاہر ہے کہ مسیحؑ کی صلیبی موت کی تردید اور حضرت مسیحؑ کی وفاتِ طبعی کا اثبات عیسائیت کے لئے **موت کا پیغام** ہے۔ کیا اس سے بڑھکر **کسرِ صلیب** کا تصور ہوسکتا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے بطور تاکیدی وصیّت فرمایا ہے کہ:۔

"اے میرے دوستو! اب میری ایک **آخری وصیّت** کو سُنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے ان تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کردو کہ **درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہوچکا ہے**۔ یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے تم **عیسائی مذہب** کی روئے زمین سے صف لپیٹ دوگے۔ تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقاتِ عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پُرزور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کردو۔ جب تم مسیح کا مُردوں میں داخل ہونا ثابت کردوگے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کردوگے تو اس دن تم سمجھ لو کہ آج **عیسائی مذہب**

دنیا سے رخصت ہوا۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو' ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا اور دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں۔ ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کرو پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلا دے اس لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔"

(ازالہ اوہام طبع ثانی ص۲۳۲)

علماء اور عوام مسلمانوں نے اوائل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ ہتھیار کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ مگر جوں جوں یہ ہتھیار آزمایا جاتا رہا اور مسلمانوں پر اس کا **کاری حربہ** ہونا ثابت ہوتا گیا انہوں نے اسے شوق سے قبول کر لیا اور اس کے کاری ہونے کا کھلے بندوں اعتراف کیا۔ ہم ذیل میں اس سلسلہ میں ایک جدید حوالہ درج کرتے ہیں۔ جناب خواجہ عباد اللہ اختر بی۔اے امرتسری ایک مشہور مصنف ہیں۔ انہوں نے ایک ضخیم کتاب **"دمشق"** کے نام سے روز بازار سٹیم پریس امرتسر میں ۱۹۱۱ء میں شائع کی تھی جسے کل ہی محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔اے کے پاس دیکھنے کا ہمیں اتفاق ہوا۔ خواجہ صاحب موصوف ۱۹۱۱ء میں لکھتے ہیں :-

(الف) "یہ ہے مسیح کی پیدائش کی حقیقت۔ آں حضرت کی وفات ایک پامال شدہ مسئلہ ہے۔ اس پر ہم اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتے کہ مسیح صلیب پر ضرور لٹکائے گئے مگر صلیب پر وفات نہیں پائی اور نہ اس قدر عرصہ میں کوئی شخص صلیب پر مر سکتا تھا۔ البتہ ان پر ایسی غشی طاری ہو گئی تھی کہ لوگوں کو شبہ ہو گیا تھا کہ وہ مر گئے ہیں۔ بے ہوشی کے عالم میں انہیں صلیب سے اتارا گیا اور مُردہ سمجھ کر ایک قبر میں رکھا گیا جس کا نقشہ اس کتاب میں ہم لکھ چکے ہیں۔ جس وقت وہ ہوش میں آئے خود بخود قبر سے نکل آئے۔"

(کتاب "دمشق" ص۵۴)

(ب) "مذہب عیسوی مسیح کی ذات سے اس قدر وابستہ ہے کہ اگر **نصاریٰ یقین کر لیں کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں تو یہ مذہب بھی مُردہ ہے۔** گویا اس مذہب کی بنیاد حضرت مسیح کی ذات پر ہے۔"

(کتاب "دمشق" ص۵)

کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش فرمودہ نقطۂ نگاہ کو اس طرح من وعن قبول کرنا احمدیہ عقائد کی کھلی فتح نہیں ہے؟ پھر یہ غور کیا جائے کہ کیا کسرِ صلیب کی اس سے بڑھ کر کوئی اور صورت ہو سکتی ہے کہ وہ مسئلہ ثابت کر دیا جائے جس سے عیسوی مذہب کا مُردہ ہونا ثابت ہو جائے؟

وہ لوگ جو مسئلہ وفات مسیح کی اہمیت کو نہیں سمجھتے وہ مندرجہ بالا حوالہ پر خاص طور پر غور کریں ÷

شذرات

(۱) مقدس فرض

جناب ملک امیر محمد خان صاحب گورنر مغربی پاکستان نے امرتسر میں تقریر کرتے ہوئے :-

"سکھوں کو یقین دلایا - کہ حکومت پاکستان سکھوں کے متبرک مقامات کی حفاظت اور انہیں اچھی حالت میں برقرار رکھنا اپنا **مقدس فرض** سمجھتی ہے !"

(نوائے وقت ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء)

یقیناً قرآن مجید کے رُو سے ہر قوم کے معابد کی حفاظت مسلمانوں کا مقدس فریضہ ہے ، اور حکومتِ پاکستان کی یہ یقین دہانی بلاشبہ لائقِ تحسین ہے - مگر کیا حکومتِ بھارت کا بھی یہ فرض نہیں کہ وہ بھارت کے علاقوں میں مسلمانوں کی مساجد کی حفاظت کرے ؟

(۲) غیر مُسلم محسن کا شکریہ

اسلامی تعلیم سے ناواقف مسلمانوں کو اس امر سے بہت تعجب ہوا کرتا ہے کہ کسی غیر مُسلم فرد یا حکومت کے واقعی احسان کا شکریہ ادا کیا جائے - مگر یہ تعجب نادرست ہے اور انسانی فطرت پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے - صدر آئزن ہاور کے متعلق جناب مدیر "نوائے وقت" نے لکھا ہے :-

"صدر آئزن ہاور نے اپنے زمانۂ صدارت میں پاکستان کو ہمیشہ اپنا دوست سمجھا ہے اور ہمارے ساتھ ہمیشہ دوستانہ سلوک کیا ہے - پاکستان بھی ہمیشہ انہیں دوست کے طور پر - شکرگزاری کے جذبات کے ساتھ —— یاد رکھے گا !"

(۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء)

(۳) انگریزی کی ایک پُری کہاوت اور جھوٹا افسانہ

روزنامہ پاکستان ٹائمز (۲۳ جنوری) میں کسی امریکن لیکچرار سے منسوب شدہ بیان میں شائع ہوا ہے کہ :-

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے متبعین کو یقین دلا رکھا تھا کہ وہ پہاڑ کو اپنے پاس بُلا سکتا ہے - لوگ جمع ہو گئے لیکن جب بار بار بُلانے کے باوجود پہاڑ اُن کے پاس نہ آیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ اچھا اگر پہاڑ محمدؐ کے پاس نہیں آتا تو محمدؐ پہاڑ کے پاس چلا جائے گا"

یہ بیان سراسر جھوٹ اور افترا ہے - کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا اور نہ کبھی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پہاڑ کو اپنے پاس بُلا سکتے ہیں -

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انجیل میں جو ایماندار عیسائیوں کی علامت میں کہا گیا تھا کہ :-

"اگر تم میں رائی کے دانے کے **برابر بھی ایمان** ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی" (متی ۱۷/۲۰)

مسلمان پادریوں سے اس معیار کے مطابق ان کے ایماندار ہونے کے ثبوت کا مطالبہ کرتے تھے، لاجواب ہو کر کسی بدفطرت پادری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گندی کہاوت بنالی اور ایسے رواج دیدیا۔ وقت آ رہا ہے کہ خود محقق اور خدا ترس مسیحی اپنے لٹریچر میں سے ایسے ناپاک محاورات کو حذف کرنے کی تحریک کریں گے۔

(۴) خطرناک رویّہ

رسالہ "پیام مشرق" لاہور زیر عنوان "قادیانی اوقاف" لکھتا ہے:-

> "اس بات پر تمام پاکستان بھر میں بیحد تعجب کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ ربوہ قادیانی ریاست اور لاہوری مرزائیوں کے بڑے بڑے اوقاف کی طرف حکومت کی نگاہ نہیں گئی۔ نہ ہی چیف ایڈمنسٹریٹر صاحب ربوہ اور لاہوری پارٹی کی قادیانی گدیوں کی وقف املاک اور مزاروں اور وقف اراضی جو سندھ میں ہے اپنی تحویل میں لیتے ہیں حالانکہ قادیانی بھی پاکستان میں رہتے ہیں۔" (فروری ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۱)

ہم حیران ہیں کہ ایسے اداریٔ نوٹوں پر کیا تبصرہ کیا جائے۔ مدیر "پیام مشرق" نے "پاکستان بھر میں بے حد تعجب" کا فرضی افسانہ گھڑ کر ان سطور میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا ہماری موجودہ بیدار مغز حکومت قادیانیوں کی جنبہ داری کر رہی ہے اور چیف ایڈمنسٹریٹر صاحب بھی ان سے ترجیحی سلوک کر رہے ہیں۔ یہ انداز تحریر دو دھاری تلوار ہے۔ کیونکہ اگر اس کے بعد جماعت احمدیہ کے جائز ذرائع آمدنی پر (جن سے وہ دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کر رہی ہے اور وہ گورنمنٹ میں ایک باقاعدہ رجسٹرڈ باڈی ہے) پابندی عائد کر کے انہیں حکومت اپنی تحویل میں لے لے تو مدیر صاحب کہیں گے کہ دیکھا حکومت تو طرفداری کر رہی تھی اور قانون سے بے التفاتی برت رہی تھی یہ ہماری تحریک کا اثر ہوا ہے کہ اب قادیانیوں کے اوقاف پر بھی قبضہ کیا جا رہا ہے اور اگر حکومت جو پہلے ہی قانون کے منشاء کے مطابق صرف ان اداروں کے اوقاف پر کنٹرول کر رہی ہے جو بے راہ روی اختیار کئے ہوئے ہیں اپنے صحیح مسلک پر گامزن رہے اور ان لوگوں کی یہ عاداتی کبڑی عورت کی دعا کی طرح منظور نہ ہو تو پھر یہ لوگ اپنے حلقہ میں پروپیگنڈہ کریں گے کہ حکومت اپنی جنبہ داری پر اصرار کر رہی ہے اور ہماری بات پر کان نہیں دھرتی۔ ہمیں بتلایا جائے کہ "پیام مشرق" یا "احسان" کی ایسی تحریرات سے بجز اس کے کوئی اور صورت پیدا ہو سکتی ہے؟

(۵) "شب برات" کی حقیقت

اس عنوان سے اخبار "رفتار زمانہ" لاہور (۴ فروری ۱۹۶۱ء) نے جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں لکھا ہے:-

> "شب برات کو عموماً مسلمانوں کا ایک تہوار سمجھا جاتا ہے، اس کے کچھ مراسم بھی مقرر کر لئے گئے ہیں جن کی شدت سے پابندی کی جاتی ہے دھوم دھام کے لحاظ سے تو گویا محرم کے بعد اسی کا نمبر ہے مگر سچی بات یہ ہے کہ خواہ مخواہ کا بناوٹی تہوار ہے، نہ قرآن میں اس کی کوئی اصلیت ہے، نہ حدیث میں، نہ صحابہ کرام کے دور کی تاریخ ہی میں اس کا کوئی پتہ نشان ملتا ہے اور نہ ابتدائی زمانے کے بزرگان دین ہی میں کسی نے اس کو تہوار قرار دیا ہے۔"

وارداتِ قلب

(حضرت حافظ مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری کے پاکیزہ خیالات)

وقت آتا ہے جب ایسا کہ ہراساں ہوں میں
کوئی کہتا ہے کہ نزدیکِ رگِ جاں ہوں میں

آپ کا آپ کا صرف آپ کا خواہاں ہوں میں
سوچیے تو سہی منت کشِ درباں ہوں میں

اے مرے آنسوؤں سے آنکھ چرانے والے!
اس کے معنی تو یہ ہیں دست بداماں ہوں میں

اُدھر اغیار ہیں، وہ خندہ زن و قہقہہ زن
اِدھر احباب ہیں حیران و پریشاں ہوں میں

یہ سمجھ کر کہ تکلّم کی بھی طاقت نہ رہی
مجھ سے وہ کہتے ہیں تم ہو کہ گریزاں ہوں میں

وہ پریشاں ہیں نالوں سے تو اچھا نہ سہی
مگر اتنی تو اجازت ہو کہ گریاں ہوں میں

ساتھ ہوں واعظ و ناصح بھی تو جنت کیسی
یہ تو دوزخ ہے کہ ہمراہِ سفیہاں ہوں میں

زلزلے سینکڑوں آئے نہ ہلا پائے ثبات
جس جگہ تھا وہیں اے گردشِ دوراں ہوں میں

قیس ملتا تو یہ کہتا ترے دیوانے سے
آپ کے سامنے اک طفلِ دبستاں ہوں میں

اے کہ جس کو ہے مری تلخ نوائی کا گلہ
تجھ سے یہ کس نے کہا تھا کہ خوش الحاں ہوں میں

نہ سہی لطف کی خو جور کی عادت ہی سہی
جس میں وہ خوش ہوں اُسی بات کا خواہاں ہوں میں

"بوریا جائے من و جائے تونگر قالیں"
شیر قالیں ہو کوئی شیرِ نیستاں ہوں میں

خون سینے میں ہوا سینکڑوں ارمانوں کا
آدمی کیا ہوں کوئی گنجِ شہیداں ہوں میں

نت نئے رنج سے او مجھ کو رُلانے والے
کوئی بات ایسی بھی آتی ہے کہ خنداں ہوں میں

"کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق"
قیس و فرہاد کہاں ہیں سر میداں ہوں میں

زُلف و چشم و رُخ و لب کی جو سُنیں تشبیہیں
مسکرا کر یہ کہا پھر تو گلستاں ہوں میں

غم کسی کا نہیں دیکھا نہیں دیکھا جاتا
چشمِ دشمن میں بھی سوزش ہو تو گریاں ہوں میں

میں ہوں مست مئے عشق اور وہ مست مئے حُسن
برق ہے اُن کی نظر سوختہ ساماں ہوں میں

آج تک حضرتِ ناصح کی نہ سمجھا کوئی بات
باوجودیکہ سخن سنج و سخن داں ہوں میں

کھوٹے داموں بھی تو گاہک نہیں وہ شوخ نگاہ
اِس گرانی میں اللہ یہ ارزاں ہوں میں

اُس نگاہِ غلط انداز کا عالم توبہ!
بے خود و بے خبر و بے دل و بے جاں ہوں میں

میرے کاٹے نہ کٹی شب تو یہ آواز آئی
آپ کیا سمجھے تھے صاحب شبِ ہجراں ہوں میں

آ گیا ہے پئے گلگشت جو وہ جانِ بہار
مہک اُٹھا ہے گلستاں کہ گلستاں ہوں میں

اور کچھ دن یہی عالم ہے تو پھر میں ہوں نہ تو
تجھ سے اب تنگ بہت اے دلِ ناداں ہوں میں

غیر کیا پائیں گے اپنے بھی مجھے پا نہ سکے
اُن سے کیا اپنی نگاہوں سے بھی پنہاں ہوں میں

قصۂ عشق کے شائق یہ خلاصہ سُن لیں
کہ ملامت زدۂ گبر و مسلماں ہوں میں

کیا بتاؤں کہ ابھی پیشِ نظر تھا کیا کیا
کُھل گئی آنکھ تو اِک خوابِ پریشاں ہوں میں

اب کہاں جائے مجھے چھوڑ کے تنہا یہ غریب
ایک مدت سے انیسِ شبِ ہجراں ہوں میں

سُننے والا ہے کہاں کس کو سُناؤں مختار
کیوں پریشان ہوں کیوں اشک بداماں ہوں میں

ماہِ رمضان اور رحمت کا نشان

(نتیجۂ فکر حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکملؔ)

دوستو! مژدہ کہ ماہِ رمضاں آتا ہے ۔۔۔ نفسِ سرکش کے لئے سنگِ فساں آتا ہے
دَور یہ دَورِ مسیحائے زماں آتا ہے ۔۔۔ وہ جو اسلام کی ہے رُوحِ رَواں آتا ہے
فروری بیس بصد شوکت و شاں آتا ہے ۔۔۔ یعنی اللہ سے رحمت کا نشاں آتا ہے
تین کو چار کرے گا وہ کئی رنگوں میں ۔۔۔ صاحبِ حشمت و سلطانِ جہاں آتا ہے
دینِ اسلام کو آفاق میں پہنچائے گا ۔۔۔ لے کے یہ اپنی صداقت کا نشاں آتا ہے
ہے سما پر جو حکومت ہو زمیں پر قائم ۔۔۔ خود خداوندِ جہاں جلوہ کناں آتا ہے
گر تمنا ہے کہ مل جائے مقامِ محمود ۔۔۔ تو تہجد کا، تبتّل کا، سماں آتا ہے
درس و تدریس میں قرآں کی مشغول رہو ۔۔۔ کہ یہی شغل تو مقصود رساں آتا ہے
طالبِ فضل کمر باندھ لیا کرتا ہے ۔۔۔ امتحاں کے لئے جب وقت عیاں آتا ہے

عاجز اکملؔ کو ملیں کچھ تبرکاتِ رمضاں
دوستو! مژدہ کہ ماہِ رمضاں آتا ہے

پیمانۂ عرفاں

(جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے)

ہر اک اُلجھن ہر اک جُرم و سزا کو دُور کر دیگا
تیرا سجدہ تیرے سَر سے بَلا کو دُور کر دے گا

اگر قائم ہے تیرا کچھ تعلق عرشِ باری سے
تو پھر تیرا عمل تیری خطا کو دُور کر دے گا

دُعاؤں میں تری تر دامنی کو دیکھنے والا
اگر چاہے تو تیرے ابتلا کو دُور کر دے گا

وہی تسکینِ جانِ مُدعا کو لے کے آئے گا
وہی تشویشِ قلبِ مُبتلا کو دُور کر دے گا

اُسی کا جذبۂ فیضانِ رحمت جوش میں آکر
مصیبت کی ہر اک کالی گھٹا کو دُور کر دے گا

سورۃ آلِ عمران ع ۴

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ

اے نبی! تو اعلان کردے کہ لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے واقعی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائیگا اور

یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ

تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ کہہ دو کہ تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول

وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ○ اِنَّ

(حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو۔ اگر یہ لوگ اس حکم سے روگردانی کریں گے تو یاد رہے اللہ تعالیٰ ایسے کفر کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا تحقیق

اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ کو اور حضرت ابراہیمؑ و حضرت عمرانؑ کی آل و اولاد (خاندان) کو اپنے وقت کے باقی سب

تفسیر:۔

(۱) ہر نبی کے آنے کے وقت کچھ لوگ بزعم خویش محبتِ الٰہی کا **دعویٰ** کرتے ہیں اور اس نبی کی پیروی اور اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت بھی بہت سے **یہودی علما**ء اور عیسائی راہب اسی خیال میں مگن تھے کہ ہمیں اس نبی پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس رکوع کی پہلی اور دوسری آیت میں اس خیال کی تردید فرمائی ہے اور رسولؐ کی زبانِ مبارک سے کہلوایا ہے کہ اگر تم لوگ اپنے دعویٰ محبتِ ذاتِ باری تعالیٰ میں سچے ہو تو اسکی علامت یہ ہے کہ تم مجھ پر جو خدا تعالیٰ کا **فرستادہ** ہوں ایمان لاؤ اور میرے نقشِ قدم پر چلو۔ اس **طریقِ عمل** کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے گناہ جو قربِ الٰہی پانے میں حائل ہو رہے ہیں زائل ہو جائیں گے اور تمہاری خصلتیں اور عادتیں میرے رنگ میں رنگین ہو جائیں گی اور تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ ظاہر ہے کہ خدا سے محبت کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان اس کے رسول سے بھی محبت کرے۔ اور جس سے محبت ہوتی ہے انسان اس کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ پس یہ سارا بیان فطرتی اصول کے عین مطابق ہے۔ رسول کا انکار کرنے والے اور ان کے لائے ہوئے مشن کو مٹانے کی کوشش کرنے والے

الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

لوگوں میں سے انتخاب فرمایا تھا اور انہیں ترجیح دی تھی - یہ انتخاب سلسلہ وار نسل روحانی کا تھا - اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور بہتر جاننے والا ہے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ

یاد کرو جب عمران کے گھرانے کی ایک نیک خاتون نے اللہ سے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں نے اپنے پیٹ کے ہونے والے بچے کو محض

بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

تیرے لئے (دین کے) لئے مخصوص کرنے کی نذر مانی ہے تو میری طرف سے (اس قربانی کو) قبول فرمائیو۔ یقیناً تو ہی دعاؤں کو سننے والا اور نیتوں کو جاننے والا ہے

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

جب اس خاتون نے لڑکی جنی تو کہنے لگی اے میرے رب! میرے ہاں تو یہ لڑکی پیدا ہو گئی ہے - اللہ اس کی جنی ہوئی بچی کے صفات کا خوب

بِمَا وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا

واقف ہے اور اس کا ذہنی لڑکا اس مولودہ لڑکی سا نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا ہے اور اب میں

مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

اسے اور اس کی آئندہ ہونے والی اولاد کو دھتکارے ہوئے شیطان کے شر سے بچانے کے لئے تیری پناہ میں سونپتی ہوں۔

کیونکہ خدا کے محبوب بن سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۔

اُمّتِ مسلمہ کے افراد کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کو جذب کرنے اور اس کی بارگاہ میں قبولیت پانے کا یہی راستہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی پوری پوری پیروی کریں اور اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام کی تعمیل کرنا اپنا شعار ٹھہرائیں۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے اصطفاء کا ذکر فرمایا۔ بتلایا کہ ہم نے ابتداءِ آفرینش سے سلسلۂ نبوت جاری کیا ہے اور شروع دنیا سے شریعت کا قیام فرمایا ہے۔ حضرت آدمؑ ابتدائی انسانی تہذیب وثقافت کے بانی ہیں تو حضرت نوحؑ شریعت کی بنیاد قائم کرنے والے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اور ان کا گھرانا حضرت اسحاقؑ کی نسل میں حضرت عمران کا خاندان یعنی موسوی سلسلہ بنی اسرائیل کے لئے اپنے زمانہ میں تکمیلِ شریعت کا ذریعہ تھا۔ یہ روحانی خاندان اپنے اندر ایک تسلسل رکھتا ہے۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے عظمت دی اور فضیلت بخشی۔ یہودی لوگ ان انبیاء اور ان خاندانوں کی عزت کرتے ہیں۔ اور مسلمان بھی ان سب برگزیدوں کی عظمت کے اقراری ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہود پھر آئندہ کے لئے الٰہی اصطفاء کا کیوں انکار کرتے ہیں اور حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے کیوں سرتابی اختیار کر رہے ہیں؟

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّ اَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ

ان کے خدا نے اُسے بہترین طور پر قبول فرمایا اور بہترین رنگ میں اسکے نشوونما اور تربیت کے سامان پیدا فرمائے اور

كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيۡهَا زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ

حضرت زکریاؑ اس بچی کا کفیل اور متولی ٹھہرا۔ جب بھی حضرت زکریاؑ پاکیزہ جگہ معبد میں حضرت مریمؑ کے پاس حاضر ہوتے تو

وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتۡ

ان کے پاس اللہ کا رزق پاتے۔ پوچھتے اے مریم! یہ تجھے کس طرح میسر آیا ہے؟ کہتیں کہ

هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ

ان حالات میں اس وقت حضرت زکریاؑ نے اپنے رب سے دعا کی اور کہا کہ اے میرے رب! تو مجھے بھی اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد

ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ ○ فَنَادَتۡهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ

عطا فرما۔ یقیناً تو ہی میری دعا سننے والا ہے۔ تب فرشتوں نے زکریاؑ کو، جبکہ وہ عبادتگاہ میں نماز ادا

(۳) موسوی سلسلہ میں حضرت مسیحؑ کے ذکر سے نصاریٰ پر حجت پوری کرنا مقصود ہے۔ اسلئے اس جگہ صرف متعلقہ حصہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہودی تو حضرت مسیحؑ کے گھرانے کو (نعوذ باللہ) ناپاک خاندان کہتے تھے۔ عیسائی بھی اِس بارے میں ان کے ہمنوا تھے مگر قرآن مجید نے نہ صرف حضرت مسیحؑ کو پاک اور معصوم ٹھہرایا ہے بلکہ ان کے خاندان کو بھی پاکیزہ گھرانا قرار دیا ہے اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کی نانی کے پاکیزہ جذبات کو بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بچے کو دین کے لئے وقف کرنے کی نیت کی اور جب لڑکی (حضرت مریمؑ) پیدا ہوئی تو انہیں افسوس ہوا مگر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اس لڑکی سے اس لڑکے کو کوئی نسبت نہیں جو اُن کے تصور میں تھا۔

(۴) حضرت مریمؑ کی والدہ کی دعا میں لفظ ذرّیتہا سے استنباط ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ کے ہاں حضرت مسیحؑ کے علاوہ بھی اولاد ہوئی ہے نیز یہ کہ حضرت مسیحؑ کی بھی اولاد موجود تھی۔ کیونکہ لفظ ذرّیت جمع ہے اور پھیلاؤ اور تسلسل پر دلالت کرتا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی بہترین تربیت کے لئے بچپن سے ہی حضرت زکریاؑ ایسے برگزیدہ انسان کو مقرر فرمایا۔ اس سے تربیت کا ایک گر معلوم ہوتا ہے یعنی تربیت بچپن سے اور نیک انسانوں کے ذریعہ سے ہونی چاہیئے۔ حضرت

وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى

کر رہے تھے' آواز دے کر کہا کہ اے زکریا! اللہ تعالےٰ تجھے زندہ رہنے والے بچے (یحیٰی) کی بشارت دیتا ہے

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ

اسکی حالت یہ ہوگی کہ وہ خدا کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کا مصداق ہوگا' سردار ہوگا' نہایت پاکدامن ہوگا اور برگزیدہ صالح

الصّٰلِحِيْنَ ○ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ

نبیوں میں سے ہوگا - زکریا نے عرض کی کہ اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ میں بڑھاپے میں انتہا کو پہنچ گیا ہوں

وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ○ قَالَ

اور میری بیوی شروع سے بانجھ ہے - اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ واقعی حالات ایسے ہی ہیں مگر اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے حضرت زکریا نے عرض کیا

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ

کہ میرے خدایا میرے لئے کوئی حکم' علامت یا نشان مقرر فرمائیں - اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے لئے حکم یہ ہے کہ تو تین دن تک لوگوں سے بجز اشارہ کے

اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ○ ع ۴ ۱۱/۱۲

بات نہ کرے گا - اور اس عرصہ میں خاص طور پر اپنے رب کو یاد کرتا رہے گا اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتا رہے گا -

زکریا کی تعلیم و تربیت کا کیا پاکیزہ طریقہ تھا کہ وہ ہر مرحلہ پر حضرت مریمؑ کے ذہن کو اللہ تعالےٰ کی طرف پھیرتے تھے - ہر کھانے پر ذہن نشین کرنے کے لئے پوچھ لیتے تھے کہ یہ کس نے دیا ہے؟ اور حضرت مریمؑ بے ساختہ کہتی تھیں کہ خدا تعالےٰ نے عطا فرمایا ہے - یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں کہ خاص خاص مواقع سے یہ بات مختص ہو - اس سے ایک استدلال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پرانے زمانے میں لوگ وقفِ زندگی اور روحانی زیر تربیت بچوں کی ضروریات کے لئے محض للہ انتظام کیا کرتے تھے اور وہ لوگ یقیناً ایسی صورتوں میں "ھٰذا من عند اللّٰہ" ہی کہہ سکتے تھے - کیونکہ ان کی نگاہ صرف اللہ تعالےٰ پر ہوتی تھی -

(۶) حضرت زکریا نے اس موقع کے مناسب حال کوئی خاص حکم برائے تعمیل دریافت کیا - انہیں تین دن تک خاص مجاہدہ کرنے کا حکم دیا گیا - ذکر الٰہی اور تسبیح و تحمید پر خاص زور دینے کی تلقین کی گئی - ان تین دن کی خاص دعاؤں کا اثر حضرت یحیٰی کی بلند شان پر ہونے والا تھا ؞

اِسلام میں توحیدِ کامل کا نظریّہ

(از محترم صاحبزادہ جناب مرزا وسیم احمد صاحب مولوی فاضل۔ناظر دعوۃ و تبلیغ۔قادیان)

{ذیل کا قیمتی مضمون وہ لیکچر ہے جو جناب صاحبزادہ صاحب سلّمہ ربّہٗ نے سالانہ جلسہ قادیان منعقدہ ۱۶-۱۸ دسمبر سنہ ۶۰ء پر دیا تھا۔ اسے شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے ———— (ایڈیٹر)}

موجودہ زمانہ میں جبکہ ذرائع آمد و رفت اور حمل و نقل کی ترقی اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ کی ایجادات کی وجہ سے دنیا کے دُور دراز علاقے آپس میں مختلط ہو چکے ہیں اور افتراق اور اختلاف کی جگہ اتحاد اور اجتماعیت نے لے لی ہے بہت سی بُت پرست اور شرک کرنے والی قومیں اور مذہب بھی اپنے آپکو ایک خدا کا ماننے والا اور موحد قرار دیتے ہیں اور آج دنیا میں شاید ہی کوئی معروف مذہب ہو جو کھلے بندوں دو خداؤں یا دو سے زیادہ خداؤں کا قائل نظر آئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ توحید کے مسئلہ پر اس وقت تقریباً تمام مذاہب اصولی طور پر متفق ہو چکے ہیں بلکہ ایک مذہب کے پیرو دوسرے مذہب کے ماننے والوں پر یہ الزام لگاتے رہتے ہیں کہ یہ پوری طرح توحید کے قائل نہیں ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ باوجود توحید کے لفظ پر سب مذاہب کے اتفاق و اجتماع کے توحید کے مفہوم کے متعلق مذاہب میں اختلاف ہے اور بہت سے ایسے مذہب ہیں جو توحید کے نام کے نیچے ہر قسم کے شرک کو چھپائے بیٹھے ہیں۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو ایسے ملک اور ایسے زمانہ میں پیدا ہوا جس میں شرک یعنی خدا کے ساتھ دوسرے خداؤں کو ماننے کا عقیدہ اور رواج سب سے زیادہ زوروں پر تھا۔ اِس پاک مذہب کے ذریعہ ہر قسم کی مشرکانہ باتوں کا کلّی استیصال کیا گیا اور خدا کی وحدانیت اور شرک کے متعلق اصل حقیقت کو کھول کر بیان کر دیا گیا۔

قبل اس کے کہ میں اسلام کی توحیدِ الٰہی کے متعلق تعلیم کی وضاحت کروں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ توحید کے کیا معنی ہیں۔ **توحید** عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی کسی کو ایک یگانہ اور یکتا سمجھنا ہے۔ اسلامی یا مذہبی اصطلاح میں توحید کا لفظ اللہ تعالےٰ کی پاک اور بے مثل ہستی کو اس کی ذات، صفات اور اس کے افعال اور شانِ الوہیت میں ایک سمجھنے کے معنے میں آتا ہے۔

اسلامی اصطلاح میں شرک کا مطلب خدا کی ذات، صفات یا افعال میں کسی اور کو شریک کرنا ہے۔ شرک کے متعلق اگر باریک بین نظر سے دیکھا جائے تو اس کی مندرجہ ذیل تقسیم ہو سکتی ہے:-

۱- یہ خیال کرنا کہ ایک سے زیادہ ہستیاں ہیں جو یکساں طاقتیں اور تصرف کا اختیار رکھتی ہیں اور سب کی سب دنیا کی حاکم مقتدر اور سردار ہیں۔ یہ شرک فی الذات ہے۔

۲- یہ خیال کرنا کہ دنیا کی مدبر اور صاحب اقتدار ہستیاں ایک سے زیادہ ہیں جن میں کمالات تقسیم ہیں کسی میں کوئی کمال پایا جاتا ہے اور کسی میں کوئی دوسرا کمال پایا جاتا ہے۔ اس کو بھی شرک فی الذات ہی کہنا چاہیئے۔

۳- وہ اعمال جو مختلف قوموں میں عاجزی اور انکساری کے لئے اختیار کئے گئے ہیں ان میں سے جو حد درجہ کے انتہائی عاجزی اور تذلل کے اعمال اور طریق ہیں ان کو خدا کے سوا کسی اور کے لئے اختیار کرنا بھی شرک ہے۔ مثلاً سجدہ ہے جس کو ہماری پنجابی زبان کے موجودہ محاورہ کے مطابق "متھا ٹیکنا" یا "پیریں پینا" کہتے ہیں اور جو انتہائی تذلل اور ادب کا طریق ہے اس کو اللہ کے سوا کسی اور کے لئے اختیار کرنا بھی شرک ہے۔ سجدہ میں انسان گویا اپنے آپ کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر تذلل اور ادب کا طریق انسانی عقل تجویز نہیں کر سکتی۔ پس ایسا عمل یا طریق صرف خدا کے لئے ہی اختیار کرنا چاہیئے۔ تا خدا اور دوسرے وجودوں میں امتیاز قائم رہے۔

۴- شرک کی چوتھی قسم یہ ہے کہ انسان ظاہری اسباب کے متعلق یہ سمجھے کہ ان سے میری ضرورت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے تصرف اور دخل (Intervention) کا خیال دل سے نکال دے اور یہ خیال کرے کہ صرف مادی اسباب اور ذرائع ہی ہماری ضرورت کو پورا کریں گے۔ مثلاً اگر کوئی سمجھے کہ روٹی کھانے سے ضرور ہی پیٹ بھر جائے گا اور بدن میں طاقت آجائے گی اور خدا کی قضاء کا اب اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں۔ یا کپڑا پہنتے ہوئے یہ سمجھے کہ یہ سردی کے اثر سے بچا لے گا تو یہ خیال بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تصرف کا گونہ انکار ہے اور نتائج کو کلیۃً اسباب کی طرف منسوب کرنا ہے اسلئے یہ بھی ایک رنگ کا شرک ہے۔

۵- پانچویں قسم شرک کی یہ ہے کہ خدا کی وہ مخصوص صفات جو اس نے بندوں یا دوسری مخلوقات کو نہیں دیں۔ جیسے مُردوں کو زندہ کرنا یا کوئی چیز پیدا کرنا یا مثلاً یہ کہ خدا نے کہا ہے کہ میں ازلی و ابدی ہوں۔ میرے سوا کوئی ابدی نہیں یا یہ کہ میں فنا سے محفوظ ہوں جبکہ سب فنا کا شکار ہیں۔ ایسے سب امور میں خدا کی خصوصیت کو مٹا دینا اور ان صفات میں کسی اور کو شریک قرار دینا شرک ہے۔ خواہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ خود خدا نے ایسی صفات اپنے غیر کو عطا کی ہیں تب بھی یہ شرک ہے۔

۶- چھٹی قسم شرک کی یہ ہے کہ انسان خدا کے بنائے ہوئے اسباب کو بالکل نظر انداز کر دے اور یہ سمجھے کہ کسی شخص یا چیز نے بلا ان اسباب کے استعمال کرنے کے جو خدا تعالیٰ نے کسی خاص کام کے لئے مقرر فرمائے ہیں اپنی ذاتی اور خاص طاقت کے ذریعہ سے اس کام کو کر دیا ہے۔ مثلاً خدا نے آگ کو جلانے کے لئے پیدا کیا ہے اب اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ کسی انسان نے بلا آگ یا بغیر ایسے ہی دوسرے ذرائع کے اختیار کرنے کے اپنی ذاتی طاقت سے آگ لگا دی ہے اور قانونِ قدرت کو گویا توڑ دیا ہے یہ بھی شرک ہے لیکن اس میں مسمریزم، ہپنوٹزم وغیرہ طریق شامل نہیں۔ کیونکہ یہ ایسی قوتیں خود قانونِ قدرت کے اندر ہیں۔ یہ کسی شخص کے ذاتی کمالات نہیں بلکہ سب لوگوں میں موجود ہیں اور قانونِ قدرت کے صحیح استعمال کے نتیجہ میں پیدا

ہوتی ہیں اور بڑھتی ہیں۔ پس جو کام اس قسم کی طاقتوں کے ذریعہ سے ہو سکتے ہیں۔ ان پر یقین لانا شرک نہیں کہلائے گا۔ ہاں ان کے بغیر خیال کرنا کہ کوئی شخص اپنے زور سے کام کر دیگا شرک کی ایک قسم ہے۔ ہاں یہ سمجھنا کہ کوئی شخص اللہ تعالےٰ سے دعا کر کے اس کی خاص مدد اور نصرت سے کوئی کام کر دیگا یہ شرک نہیں۔

۷۔ یہ سمجھنا کہ خدا کو کسی بندہ سے ایسی محبت ہے کہ ہر ایک بات اس کی بہر حال اسی طرح مان لیتا ہے جس طرح بندہ چاہتا ہے یہ بھی ایک شرک ہے۔ کیونکہ اسکے یہ معنے ہوئے کہ وہ بندہ گویا مستقل خدائی طاقتیں رکھتا ہے۔ ہر ایک بات جو وہ کہتا ہے قبول ہو جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے آدمی کو پورے طور پر خدا سمجھا جائے۔ بلکہ اگر اسے خدا کا غلام بھی کہا جائے۔ مگر اس کی نسبت یہ خیال کیا جائے کہ اس سے خدا کو ایسی محبت ہے کہ اس کی ہر ایک بات کو قبول کر لیتا ہے یہ شرک ہے۔ سارے پیر فقیر یا سنت سادھو جن کے متعلق لوگ یہ خیال کرتے ہیں شرک کی اسی قسم میں آجاتے ہیں۔

۸۔ آٹھویں قسم شرک کی یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کے متعلق جسے خدا کے قانونِ قدرت نے کام کرنے کی طاقت نہیں دی اس کے متعلق یہ خیال کر لیا جائے کہ وہ فلاں کام کرے گی۔ جیسے مثلاً خدا نے مُردہ کو یہ طاقت نہیں دی کہ اس دنیا میں کوئی تصرّف کرے اگر کوئی شخص کسی مُردہ کو جا کر کہتا ہے کہ ایسا کام کر دے تو وہ شرک کرتا ہے۔ اسی طرح بُتوں، دریاؤں، سمندروں، سورج اور چاند وغیرہ چیزوں سے دعائیں کرنا اور کرانا شرک کی اسی قسم میں آتا ہے۔

۹۔ نویں قسم شرک کی یہ ہے کہ ایسے اعمال جو مشرکانہ رسوم کا نشان ہیں گو اب شرک کی مشابہت نہیں رکھتے اُن کا بلا ضرورت طبعی ارتکاب کرے۔ مثلاً ایک شخص کسی قبر یا سمادھی پر جا کر نہ دُعا کرے نہ کرائے نہ اس کے اندر دفن ہونیوالے کو خدا سمجھے لیکن وہاں دیا جلا کر رکھ آئے تو یہ فعل بھی شرک سے اندر آئے گا۔ کیونکہ یہ عمل پہلے زمانہ کے مشرکانہ اعمال کا بقیّہ ہے۔ وہ لوگ خیال کرتے تھے کہ مُردے قبروں میں واپس آتے ہیں اور جن لوگوں کے متعلق معلوم کرتے ہیں کہ انہوں نے ان کی قبروں کا احترام کیا ہے ان کے کام کر دیتے ہیں۔ اسلئے لوگ قبروں پر دیے یا کوئی چیز رکھ دیتے تھے۔ پس ان یادگاروں کو تازہ رکھنا بھی چونکہ شرک کی مدد کرنا ہے اسلئے شرک میں داخل ہے۔

معزز حاضرین! شرک کے متعلق جو تفصیل اوپر میں نے بیان کی ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بہت سے مذاہب جو اپنے آپکو وحدانیت کے قائل سمجھتے ہیں در اصل کئی قسم کے شرک کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ایسی تعلیم کے محتاج ہیں جو اُن کی خالص توحید کی طرف رہنمائی کرے۔

اب میں اسلام کی تعلیم دربارہ کامل توحید کے متعلق چند ضروری باتیں بیان کروں گا۔ اس کے ساتھ ضمنی طور پر دوسرے مذاہب کی تعلیمات کے ساتھ موازنہ و مقابلہ بھی کرتا جاؤں گا تاکہ جملہ حاضرین کو اسلام کی پیش کردہ توحید کا صحیح تصور ذہن میں آسکے۔

اوّل۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ یعنی تمہارا اللہ یعنی قابلِ پرستش ہستی صرف ایک ہی ہے۔ پھر فرماتا ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یعنی اللہ ہی وہ وجود ہے جس کے سوا اور کوئی بھی قابلِ پرستش نہیں۔ قرآن نے وحدانیت کی اس تعلیم کا اُس وقت اعلان

کیا عجب کہ عرب دیش میں جو اسلام کا جنم بھومی تھا بُت پرستی کا عام رواج تھا۔ اور خانۂ کعبہ میں ۳۶۰ بُت رکھے ہوئے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جب خدائے واحد کی منادی کرائی گئی تو تھوڑے ہی عرصہ میں تمام ملک شعدائے نعت کی صدا سے گونج اٹھا۔

اسلام کی تعلیم وحدانیت کا موازنہ جب ہم ہندوستان کی مذہبی حالت سے کرتے ہیں تو یہ بات صاف طور پر سامنے آتی ہے کہ بے شک آریہ مذہب کی ابتداء میں ویدوں کے ذریعہ توحید کی تعلیم آریہ ورت میں ایک حد تک دی گئی تھی۔ لیکن بعد ازاں یہ تعلیم قائم نہ رہ سکی چنانچہ اُپنشدوں اور مابعد کے زمانہ میں اور خاص طور پر اس زمانہ سے قبل جب اسلام صفحۂ دنیا پر نمودار ہوا ہندوستان کے باشندے توحید سے بہت دُور ہو کر مشرکانہ عقاید اختیار کر چکے تھے۔ جہاں تک ویدک زمانے کا تعلق ہے محققین کے نزدیک ۲۲ دیوتاؤں کا ذکر وید منتروں میں آیا ہے لیکن بعد میں بُت پرستی، عناصر پرستی اور مظاہر پرستی کا عام رواج ہو گیا۔ اور ہزاروں دیوتے پُوجے جانے لگے۔ کہیں شو، وشنو اور گنیش معبودیت کے مرکز بنے اور کہیں بھیروں کرتک (جو عشق کا دیوتا ہے) اور یم (موت کا دیوتا) کی پُوجا ہونے لگی۔ آسمان، پانی، آگ، سانپ اور بُھتنے بھی دوسرے دیوتاؤں کی طرح معبود قرار دیئے گئے۔ ان کی تفصیل جناب سوامی دیانند صاحب سرسوتی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں درج کی ہے۔ ہمارے ملک میں بُت پرستی اور عناصر پرستی کی شاخیں پھیلیں اور مضبوط ہوتی گئیں۔ بدھ مت اور جین مت بھی مستقل طور پر ان عقاید پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ ہمارے زمانہ میں بانی آریہ سماج سوامی دیانند صاحب سرسوتی نے توحید کی طرف ایک قدم اُٹھایا اور بُت پرستی کی تردید کی لیکن انہوں نے جیو اور پرماتو یعنی رُوح اور مادہ کو بھی خدا کی طرح ازلی ابدی اور انادی قرار دیکر کامل توحید کی نفی کی ہے۔ کیونکہ انادی اور غیر مخلوق کی صفت خدا تعالیٰ سے مختص ہے۔ اگر روح اور مادہ کو بھی خدا کی طرح غیر مخلوق اور انادی سمجھا جائے تو اس سے یہ بھی خدا کے شریک بنتے ہیں۔

پھر اس عقیدہ سے خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر بھی حرف آتا ہے کیونکہ اس کو اپنی صفتِ خالق ظاہر کرنے کے لئے رُوح اور مادہ کا محتاج ہونا پڑتا ہے جو دونوں اس کی مخلوق نہیں بلکہ بقول سوامی جی ایشور کی طرح انادی اور خود بخود ہیں۔ قرآن کریم ہمیں اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ تعلیم دیتا ہے کہ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيرًا یعنی اللہ تعالیٰ نے ہی تمام چیزوں کو جن میں روح اور مادہ بھی شامل ہیں پیدا کیا ہے اور ان کیلئے قانون اور نظام کی صورت میں ایک حد اور اندازہ مقرر کر دیا ہے۔

دُنیا کے قدیم مذاہب میں سے پارسی مذہب بھی ایک مشہور مذہب ہے۔ اس مذہب کے نزدیک دنیا میں خیر اور شر کا خالق ایک ہستی نہیں ورنہ یہ لازم آتا ہے کہ خدا شر اور بُرائی کو پیدا کرتا ہے اور جو بُرائی کو پیدا کرتا ہے وہ اچھا نہیں ہو سکتا چنانچہ پارسیوں یعنی مجوسیوں کے نزدیک **یزدان** نیکی کا خالق ہے اور **اہرمن** بدی کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی تردید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ کہ خدا نے کہا ہے کہ دو خدا نہ بناؤ وہ ایک ہی خدا ہے۔ باقی یہ اعتراض کہ شر کو خدا نہیں پیدا کر سکتا حقیقتِ حال سے ناواقفی کی وجہ سے ہے کیونکہ کوئی چیز بذاتہٖ خیر یا شر نہیں بلکہ وہ اپنے صحیح یا غلط طریق استعمال سے

خیر یا شر بن جاتی ہے۔ آگ یا بجلی کا صحیح استعمال اس کو خیر بنا دیتا ہے لیکن اس کا غلط استعمال تباہی و بربادی کا باعث بنتا ہے اسی طرح سنکھیا و کچلہ بے شک مہلک زہر ہیں لیکن ان کے مناسب استعمال سے عصبی اور متعدی بیماریوں کا ۷۵ فی صدی علاج ہوتا ہے اور اسی طرح دیگر بظاہر بُری چیزوں کا حال ہے۔ پس بے شک سب چیزوں کا خالق خدا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی شر محض نہیں، یہ شر ہماری اپنی کوتاہی اور غلطی سے پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (سورہ نساء) یعنی اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء میں سے جو بھلائی اور خیر تجھ کو حاصل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ بظاہر مُضر اشیاء اسی غرض کے لئے اللہ کی طرف سے پیدا کی گئی ہیں لیکن جو نقصان اور مضرت تمہیں ان اشیاء سے پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے فعل یا کوتاہ عملی کا نتیجہ ہے۔

عیسائی مذہب بھی توحید کا دعویٰ کرنے کے باوجود تین خداؤں کا قائل ہے۔ یعنی باپ خدا، بیٹا خدا اور رُوح القدس خدا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس تثلیث کی تردید میں کئی آیات میں دلائل دیئے ہیں۔ سورۃ اخلاص جو قرآن کریم کی ایک مشہور اور مختصر سورۃ ہے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ یعنی اللہ ہر حیثیت سے یکتا اور ایک ہے۔ وہ تثلیث کے عقیدہ کے مطابق تین نہیں۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ اس کو کسی چیز کی احتیاج اور ضرورت نہیں یعنی نہ وہ مسیح علیہ السلام کی طرح کھانے پینے کا محتاج ہے اور نہ اس کو بول و براز کی حاجت ہے۔ پھر نہ وہ مسیح کا باپ ہے اور نہ وہ مسیح کی طرح بیٹا ہے اور نہ رُوح القدس شانِ اُلوہیت میں اس کے برابر کا شریک ہے۔

اِس سورۃ کے علاوہ قرآن کریم میں جا بجا تثلیث کے عقیدہ کا ردّ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ۔ یعنی یہ مت کہو کہ خدا تین ہیں۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یعنی مسیح عیسیٰ ابن مریم صرف خدا کے پیغمبر ہیں (وہ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں)

مذہب اسلام میں توحید الٰہی کے عقیدہ کو راسخ کرنے کے لئے جس قدر تاکید اور توضیح ہے وہ کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتی۔ چنانچہ حضرت بانیٔ اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اسلامی عقیدہ کے مطابق نبیوں کا سردار اور نوعِ انسان کا مقصد اور سب سے بلند نقطہ قرار دیا گیا ان کے لئے بھی سوائے خدا کے عبد اور رسول؛ یعنی خدا کا بندہ یا غلام اور اس کا پیغامبر کے اور کوئی خطاب پسند نہیں کیا گیا۔ چنانچہ وہ کلمہ جس سے کوئی شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے اور جو اسلام کا "ماٹو" ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ یعنی میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بلند مقام کے باوجود خدا کے بندے اور رسول ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ یعنی تو تمام

لوگوں میں اعلان کر دے کہ میں خدا نہیں اور نہ خدا کا بیٹا اور اس کا شریک ہوں بلکہ تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔ ہاں مجھ میں یہ امتیاز ہے کہ مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔ اور وہ وحی کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ تمہارا خدا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

آنحضرتؐ ہمیشہ اور ہر موقعہ پر یہ تلقین فرماتے رہے کہ لوگ آپؐ کے درجہ کو اصل مقام سے بڑھا کر پیش نہ کریں۔ چنانچہ آپؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ المسیح ابن مریم (بخاری) یعنی میری شان میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کیا ہے۔ آپؐ نے اپنے مرض الموت میں جب کہ آپؐ اس دنیا کو چھوڑنے والے تھے اور آپؐ کے ان آخری وصایا کا لوگوں پر انتہائی اور دیرپا اثر باقی رہنا تھا جو الفاظ کہے ان سے خدائے قدوس و توانا کی شان و بلندی اور انسان کی بے چارگی اور بندگی کا نہایت عمدگی سے اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے خویش و اقارب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے پیغمبر خدا کی بیٹی فاطمہ! اور اے پیغمبر خدا کی پھوپھی صفیہ! خدا کے ہاں کے لئے کچھ کر لو۔ میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا مجھ کو خود بھی کچھ معلوم نہیں کہ میرے اوپر کیا گزرے گی۔ اے معشر قریش! اپنی خبر آپ لو۔ میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے بنی عبد مناف! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے صفیہ رسول خدا کی پھوپھی! میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا اے محمدؐ کی بیٹی فاطمہ! میں تجھ کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔"

یہ الفاظ اس عظیم شخصیت کے ہیں جس کو خدا تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا ہے اور جس کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اگر اس پاک وجود کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو خدا تمام دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ اس حاصلِ انسانیت کا خدائے قدوس کے سامنے اپنی موت کے قریب اس طرح اپنے عجز کا اظہار کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ آپؐ کے دل میں اس قادر و مقتدر ہستی کا کتنا ادب اور رعب تھا۔ اور اس کے مقابل ہر انسان کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو، محتاجی و بے چارگی کا احساس کس قدر شدید تھا۔ اور یہی وہ احساس ہے جو ایک سچے عبد کا اپنے احد و واحد رب کے متعلق ہونا چاہیئے۔

آپؐ نے ہی خدا کے حکم کے ماتحت یہ اعلان دنیا میں فرمایا اور نہایت کثرت سے اور بار بار فرمایا کہ تم لوگ خدا کے علاوہ جن کو حاجت روا سمجھتے ہو اور جن سے حاجتیں مانگتے ہو ان کو اس کارخانۂ عالم میں خدا کی مدد کے سوا ایک تسمہ کے برابر بھی اختیار نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کے یہ الفاظ کتنے واضح اور نصیحت آموز ہیں۔ فرمایا:-

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ
دُوْنِہٖ فَلَا یَمْلِکُوْنَ کَشْفَ
الضُّرِّ عَنْکُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا۔
اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ
یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الْوَسِیْلَۃَ
اَیُّہُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ
وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ
کَانَ مَحْذُوْرًا۔ (بنی اسرائیل ع)

یعنی اے رسول! تُو یہ اعلان کر دے کہ خدا کے علاوہ تم جن کو پکارتے ہو وہ تمہاری مصیبت کے ہٹانے یا بدلنے کا

کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ بھی زیادہ قرب حاصل کرنے کے لئے خود خدا ہی کی طرف سے وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شبہ تیرے خدا کا عذاب ڈرنے ہی کے قابل ہے۔

معزز احباب! حضرت بانی اسلام سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقعہ پر اپنی بندگی اور خدا کی شانِ الوہیت کا جو اظہار فرمایا وہ اس واقعہ میں نظر آتا ہے کہ جب عین لڑائی کا موقعہ آیا تو آپ اپنے خیمہ میں اللہ کے حضور سجدہ میں گر پڑے اور نہایت عاجزی اور لجاجت سے عرض کرنے لگے کہ اے خدا! تو ہماری کمزوری، بے سرو سامانی اور بے بسی کو جانتا ہے اگر تیری مدد حاصل نہ ہوئی تو یہ چھوٹا سا گروہ جو تیری شانِ الوہیت کو ظاہر کرنے اور تیری توحید اور تفرید کو پھیلانے کے لئے مظلومیت کی حالت میں اکٹھا ہوا ہے تباہ ہو جائے گا۔ اور اس کے تباہ ہونے پر تیری خالص عبادت کرنے والے کہاں ملیں گے؟۔ آپ کے پیارے دوست اور ابتدائی رفیق اور خادم حضرت ابوبکرؓ نے جب آپ کی اس آہ و بکا اور اللہ تعالیٰ کے حضور پُرسوز دعا کو سُنا تو عرض کیا کہ کیا آپ خدا کے سچے رسول نہیں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ کیا آپؐ کے ساتھ اس لڑائی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح کا وعدہ نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ضرور ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ پھر آپ کے اس گریہ اور آہ و بکا کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں ایک انسان اور خدا کے بے نیاز کا بندہ ہوں۔ وہ آقا اور صاحبِ اختیار ہے میں اسکی جلالتِ شان اور بے پروائی سے ڈرتا ہوں اور ہر دم اسکے آستانہ پر گرنا ہی باعثِ سعادت اور فتح مبین سمجھتا ہوں۔

بھائیو! شرک کا ایک بڑا ذریعہ خوارق اور معجزات کی نسبت غلط فہمی ہے۔ جن اشخاص سے معجزے سرزد ہوتے ہیں ان کی نسبت لوگوں کو پہلے یہ خیال آتا ہے کہ یہ بے شک خود خدا نہیں ہیں لیکن ان میں خدائی کا شائبہ ضرور ہے۔ ورنہ ان سے ایسے افعال کیوں سرزد ہوتے جو قدرتِ انسانی سے بالاتر ہیں۔ یہی خیال رفتہ رفتہ دیوتاؤں اور اوتاروں کے نظریہ تک ترقی کرتا ہے اور بالآخر خدائی تک پہنچا دیتا ہے۔ اسلام کے ذریعہ اس غلط فہمی کا بھی ازالہ ہوا ہے چنانچہ جب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ جواب آپؐ کو تلقین فرمایا کہ:-

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ
مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ
عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ
مُّبِيْنٌ۔

(سورۂ عنکبوت ع ۵)

یعنی منکر لوگ کہتے ہیں کہ ان (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر ان کے خدا سے نشان اور معجزات کیوں نہ اترے ان کو کہہ دے کہ معجزات تو خدا کے پاس ہیں اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔"

گویا معجزات اور نشانات کا اصل منبع تو خدا ہے خدا کے سوا کسی اور ہستی کو حسبِ خواہش معجزات دکھانے پر

قادر قرار دینا غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔

خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا بھی جیسا کہ اس سے پہلے وضاحت کی جا چکی ہے شرک ہے۔ اسلام نے اس کو نہایت سختی سے روکا ہے۔ دوسرے بہت سے مذاہب بتوں اور مذہبی رہنماؤں کے آگے سجدہ کرنا درست خیال کرتے تھے لیکن آنحضرتؐ نے جو توحید کامل کی تلقین کیلئے مبعوث ہوئے تھے نہایت سختی سے اس کو روکا اور سجدہ تعظیمی کو بھی ممنوع قرار دیا اور فرمایا کہ اگر خدا کے علاوہ میں کسی کے سامنے سجدہ کی اجازت دیتا تو بیوی کو اجازت دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے آگے سجدہ کرے۔

شرک کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خدا کی وہ صفات جو اس کے لئے مخصوص ہیں وہ اس کے غیروں میں تسلیم کی جائیں ان میں سے ایک صفت علمِ غیب ہے۔ اکثر اہل مذاہب یہ عقیدہ رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں کہ ان کے پیغمبر، اوتار یا اولیا غیب کا علم جانتے تھے۔ اور آئندہ آنے والے واقعات کے متعلق پیشگوئیاں کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس بارے میں واضح اعلان کیا گیا کہ:۔

عندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمہا الّا ھو۔ (انعام ع)

یعنی خدا کے پاس ہی غیب کی کنجیاں ہیں جن کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علمِ غیب کے جاننے کے متعلق اپنی ذات کی بھی نفی کی۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک شادی کے موقعہ پر بعض لڑکیاں آپ کی موجودگی میں گا رہی تھیں گاتے گاتے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ الفاظ کہے:۔

وفینا رسول یعلم ما فی غدٍ

یعنی ہم میں ایک ایسا پیغمبر ہے جو آئندہ کی باتیں جانتا ہے۔ جب آپؐ نے یہ الفاظ سنے تو ان لڑکیوں کو ان الفاظ کے گانے سے منع فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس حقیقت کے واضح کرنے کے لئے ان الفاظ میں حکم دیا قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا اعلم الغیب۔ (انعام ع)

یعنی اے پیغمبر تو کہہ دے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔

یہ وہ پاکیزہ اور کامل توحید سے مملو تعلیم تھی جس نے اوہام پرستی، فال، بدشگونی، نجوم اور غیب دانی اور دوسرے پرفریب طریقے مٹا دئے اور غیب کی بادشاہت پر خدا کے سوا کسی اور کی حکومت قائم نہ رکھی۔ اس تعلیم کے اثر سے جادو، طلسم، جن، ٹونے، منتر، تعویذ، گنڈے اور شیاطین کی غیبی طاقتوں کا قلع قمع ہوگیا۔ اور خدا کے سوا تمام دوسری مخفی طاقتوں کا ڈر انسان کے دل سے ہمیشہ کے لئے نکال کر پھینک دیا گیا اور خدا کے سوا کسی اور سے غیبی امداد طلب کرنا جو شرک ہے موقوف ہوگیا۔

میرے محترم حاضرین! شرک کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب کفارہ اور شفاعت کے وہ غلط معنی تھے جو عربوں اور عیسائیوں اور بعض دیگر اقوام میں رائج تھے۔

عربوں کا یہ غلط تصور تھا کہ خدا اور بندوں کے درمیان وہی نسبت ہے جو ایک قاہر اور جابر بادشاہ اور اسکی رعایا کے درمیان ہے۔ جس طرح بادشاہ کے دربار تک رسائی ایک عام

اور معمولی رعایا سفارشیوں اور مقربوں کے بغیر نہیں حاصل کر سکتی اسی طرح خدا کے حضور رسائی حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے بُتوں، دیوتاؤں اور فرشتوں کو اپنا سفارشی اور دربار رس سمجھتے تھے۔ اور ان کو خوش کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ذکر آتا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اور کہتے ہیں کہ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفٰی (الزمر ع ۱) یعنی ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے تقرب میں نزدیک کریں۔

عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا اور ہے کہ باپ خدا نے تمام انسانوں کو جو موروثی طور پر گنہگار ہیں اپنے اکلوتے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کو قربان کر کے ان کے گناہوں کا کفارہ دے دیا۔ اور وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو گئے۔ اور حضرت عیسیٰؑ اور ان کے بعد ان کے جانشین پوپوں کو گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار دے دیا گیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس کا ذکر ان الفاظ میں آتا ہے کہ اتّخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہ (توبہ ع ۵) یعنی ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ چنانچہ انہی خیالات اور عقاید کی وجہ سے Priest hood (پروہت ازم) کی بنیاد پڑی ہے۔ لیکن اسلام ایک ضعیف اور بےکس بندے کو بھی خدا تعالیٰ سے براہ راست تعلق پیدا کرنے میں کوئی روک ڈالنا درست نہیں قرار دیتا۔ اسلام میں کوئی Priest hood نہیں ہے۔ وہ بربانگ بلند یہ اعلان کرتا ہے کہ یوم تقوم الساعۃ یبلس المجرمون ولم یکن لھم من شرکائھم شفعٰؤا (روم ع ۲) یعنی جب قیامت قائم ہوگی تو مشرکین ناامید ہوں گے کہ جن کو وہ خدا کا شریک کار بناتے تھے ان میں سے کسی کی بھی سفارش کام نہ آسکی۔

شرک کی ایک نہایت باریک صورت یہ ہے کہ لوگ غیر خدا کی قسمیں کھاتے ہیں۔ قسم کھانے کے معنی حقیقت میں شہادت کے ہیں۔ جس کی قسم کھائی جاتی ہے اس کو در اصل واقعہ کا گواہ بنایا جاتا ہے۔ جہاں بُت پرستی کا رواج ہے وہاں بُتوں اور دیوتاؤں کی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ عرب کے لوگ اپنے دیوتا لات اور عُزّیٰ کی قسمیں کھاتے تھے۔ آنحضرتؐ نے خدا کے سوا دوسروں کی قسم کھانے سے منع کیا اور فرمایا من حلف بغیر اللہ فقد اشرک۔ یعنی جو خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھاتا ہے وہ شرک کرتا ہے۔

حضرات! سیدنا حضرت بانیٔ اسلامؐ کو توحید کامل کے قیام کا اتنا خیال تھا کہ آپؐ نے لوگوں کو اس سے بھی منع کر دیا کہ وہ غلاموں کو عبد یعنی بندہ کہیں۔ اور غلام اپنے آقا کو ربّ کہیں۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اپنے غلام یا لونڈی کو اس کا آقا میرا بچہ یا بچی کہے اور غلام اپنے آقا کو سیّد کہیں۔

شرک کا ایک بڑا ذریعہ قبر پرستی یا یادگار پرستی ہے۔ قبروں، سمادھیوں اور یادگاروں کو لوگ عبادتگاہ بنا لیتے ہیں۔ وہاں سالانہ اجتماع کرتے ہیں منتیں مانتے ہیں۔ نذریں چڑھاتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ان سب افعال سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ اپنی وفات سے چند دن پہلے آپؐ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ دیکھو میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں قبروں کو سجدہ گاہ ہرگز نہ بنانا (صحیح مسلم کتاب المساجد) آپؐ نے اپنے آخری ایام میں یہ بھی فرمایا کہ لعن اللہ الیھود والنصارٰی اتّخذوا قبور انبیاءھم مساجد۔ یعنی خدا یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو

میرے بھائیو! اس تعلیم کا زیادہ تر تعلق ظاہری اعمال اور روزمرہ کی بول چال سے ہے لیکن تعلیم توحید حقیقت میں مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ قلب و روح کے ذرہ ذرہ میں خدا کی وحدانیت کی تجلی ظاہر نہ ہو۔ اس ضمن میں آنحضرت نے یہ تعلیم دی ہے کہ انما الاعمال بالنیات یعنی انسان کے تمام کاموں کا دارومدار اس کی نیت پر ہے۔ جب تک ہر کام کا اصل محرک صرف خدا کا حکم اور اس کی اطاعت و خوشنودی نہ ہو اس وقت تک کوئی عمل مکمل یا فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں آپ نے یہ تعلیم دی کہ ریا یعنی خدا کے سوا کسی اور کو دکھانے کے لئے کام کرنا شرک ہے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ چھپا ہوا شرک یہ ہے کہ انسان کوئی کام دوسرے کی موجودگی کے سبب سے کرے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا۔

ایک دفعہ آنحضرت نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ مجھ کو سب سے زیادہ جس کا تم پر خوف ہے وہ شرکِ اصغر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ریا یعنی دکھاوا۔ ایک دفعہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن جب لوگوں کو اپنے اپنے عمل کا بدلہ مل رہا ہوگا تو خدا ریاکار لوگوں سے کہے گا کہ تمہارے لئے ہمارے یہاں کچھ نہیں۔ تم انہی کے پاس جاؤ جن کے دکھانے کو دنیا میں یہ کام کیا کرتے تھے۔

میرے محترم بھائیو! توحید الٰہی کی کامل تعلیم جس طرح اسلام نے پیش کی ہے اور شرک کے باریک در باریک پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے ان سے بچنے کی جس رنگ میں تلقین قرآن کریم نے کی ہے اس کا مختصر خاکہ میں آپ احباب کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ اس محدود وقت میں اس وسیع و جامع مضمون کے تمام گوشے اجاگر کرنے ممکن نہیں۔ آخر میں میں شرک کی ناپسندیدگی کی چند وجوہات بیان کرتا ہوں۔

(۱) اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گویا وہ آسمان سے نیچے گر پڑا پس اُچک کر لے گئے اسے پرندے یا اُسے اڑا کر تند ہوا نے کسی دُور کے مکان میں جا پھینکا۔ اس آیت میں شرک کے باطل عقیدہ کو دو پہلوؤں پر سخت حملہ قرار دیا گیا ہے۔ ایک خدا کی ہستی پر دوسرے انسان کی ہستی پر جو اشرف المخلوقات ہے۔ اگر غور کیا جائے تو آسمان و زمین کی تمام اشیاء براہِ راست یا بالواسطہ انسان کی مختلف النوع خدمات کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ یعنی جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ انسان کی خدمت بجا لانے کے لئے مسخر کیا گیا ہے۔ گویا انسان تمام مخلوقات کا جس میں فرشتے بھی شامل ہیں مخدوم بنایا گیا ہے۔

پس اگر انسان اپنے اس بلند مقام کے باوجود دوسری مخلوقات کو جو اس کی خادم ہیں اپنا معبود قرار دیتا ہے تو یقیناً وہ اپنے بلند مقام سے پستی کی طرف گرتا ہے۔ اور پھر جب وہ اپنی خادم اشیاء کو جو اس سے بھی فروتر ہیں اپنے خالق و مالک کے برابر قرار دیتا ہے تو گویا وہ اس شرک سے خدا تعالیٰ کی بھی ہتک کرتا ہے اور آسمانِ روحانیت سے گرنے کے نتیجہ میں اس پر روحانی موت وارد ہو جاتی ہے

اور وہ روحانی طور پر لاشہ بیجان کی طرح ہوجاتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ وہ پرندوں کا شکار کرکے ان کو اپنی تقویت کے لئے استعمال میں لائے وہ پرندے اُس مُردار کو نوچ نوچ کر کھاتے ہیں۔ اور وہ ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشات کے تُند سیلاب کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ بلکہ وہ سیلاب اس کو روحانی مقام سے دُور بہا کر لیجاتا ہے۔

اسی طرح جب کوئی مشرک انسان خالق ارض و سماء کے ساتھ اس کی مخلوقات میں سے کسی چیز کو بھی خدا بنا لیتا ہے تو وہ اس چیز سے جو اس کی خدمت کے لئے خلق کی گئی ہے بجائے خدمت لینے کے اور اس کے نفع رساں پہلوؤں کی تحقیق کرنے کے اس کو مخدوم بنا لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرک اقوام صحیح تحقیق سے عام طور پر محروم ہوجاتی ہیں اور ان میں اوہام پرستی کی طرف زیادہ میلان پیدا ہوجاتا ہے۔

مسلمان جب صحیح رنگ میں توحید کے قائل اور عامل تھے تو حقائق الاشیاء اور سائنٹفک ریسرچ میں انہوں نے حیرت انگیز ترقی کی۔ چنانچہ پنڈت جواہر لال صاحب نہرو نے بھی مسلمانوں کو "Fathers of Modern Science" لکھا ہے۔ یہ توحید کی ہی برکت تھی کہ مسلمانوں نے ہر مخلوق چیز سے فائدہ اٹھانے کے لئے علمی موشگافیوں میں بہت بلند مقام حاصل کیا۔ اور موجودہ سائنسی ترقیات بہت حد تک ان کے علمی انکشافات کی رہین منت ہیں۔

(۲) شرک کا عقیدہ رکھنے سے پست ہمتی بھی پیدا ہوتی ہے کیونکہ مشرک انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جھوٹے خداؤں کو خوش کر لیا کرے۔ اس سے آگے جا کر وہ کیا کرے گا۔ اور اس کے لئے ایسا ممکن بھی کس طرح ہوگا۔ اس طریق سے مشرک انسان اس برکت اور روحانی ترقی سے محروم ہو جاتا ہے جو خدا کی خاص عبادت کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے سے ملتی ہے۔

(۳) جو لوگ خدا کے علاوہ دوسرے معبودوں میں تسلیم کرتے ہیں اگر وہ فی الواقع خدا کے سوا دوسرے معبودوں میں پائے جاتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ خدا نے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان پردے حائل کئے حالانکہ تمام انسان خدا کے قرب اور وصال کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ شرک کرنا گویا محبت اور قرب الٰہی میں کمی پیدا کرتا ہے۔

(۴) شرک سے جھوٹ، جہالت اور بزدلی پیدا ہوتی ہے اور خدا نہیں چاہتا کہ اس کے بندوں میں ایسے گناہ اور کمزوریاں پیدا ہوں۔ شرک سے جھوٹ اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ جو طاقتیں خدا نے اپنے سوا کسی اور کو نہیں دیں وہ کسی اور شخص یا چیز میں تسلیم کی جاتی ہیں۔ جہالت اسلئے کہ جن چیزوں کو خدا نے انسان کے فائدہ اور خدمت کیلئے بنایا ہے انہیں وہ اپنا افسر اور حاکم سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہوجاتا ہے۔ بزدلی اس وجہ سے کہ جن وجودوں سے اُسے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں اور جن سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا وہ اُن سے ڈرتا اور خوف کھاتا ہے۔

میرے محترم سامعین! اپنی تقریر کے آخر میں اس مقدس انسان کے چند کلمات آپ کو سُناتا ہوں جو اسی بستی (قادیان) میں پیدا ہوا اور جس نے خدائے واحد کے صحیح مقام کو آریہ ورت کی زمین میں پیش کیا اور اس کو اپنے عملی نمونہ سے ظاہر کیا۔ اور جس نے اپنے مطاع اور پیشوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توحید کامل کی تعلیم کو حاصل کرکے اس کو ہمارے وسیع ملک میں پھیلانے کے لئے اپنی جماعت کو جو احمدیہ جماعت کہلاتی ہے اس ملک میں قائم کیا۔ آپ اپنی مشہور کتاب کشتی نوح میں اپنے ماننے والوں کو ان الفاظ میں نصیحت فرماتے ہیں:۔

"پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور

خالق اور کامل خدا ہے۔ جو اپنی صفات میں
ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا
نہ کوئی اس کا بیٹا۔ وہ دُکھ اُٹھانے اور
صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔
وہ ایسا ہے کہ باوجود دُور ہونے کے نزدیک
اور باوجود نزدیک ہونے کے دُور ہے۔ اور
باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلیات الگ
الگ ہیں۔ انسان کی طرف سے جب ایک
نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آئے تو اس کیلئے
وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے اور ایک نئی تجلی
کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ
خدا میں کچھ تغیر آ جاتا ہے بلکہ وہ ازل سے
غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی
تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان
کے تغیر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلی
سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ
حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی
ہے خدا کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ
ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خارق عادت اسی جگہ
دکھاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر
ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے۔
یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے۔
اس پر ایمان لاؤ۔ اور اپنے نفس پر اور اپنے
آراموں پر اور اس کے کُل تعلقات پر اس کو
مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ
اس کی راہ میں صدق وصفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے
اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم
نہیں رکھتی مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان
پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان

دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے مگر
تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے
سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے۔
اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں
اس کی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر وقت
اور ہر ایک حالت مُرادیابی اور نامرادی میں
اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے
سو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ
خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ
چھپا لیا ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر
عمل کرے۔ اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے
اور اس کی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو
تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو
کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اس کی
توحید زمین پر پھیلانے کے لئے
اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو۔
اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر
زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو۔ اور
مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو۔
اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی
کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب
اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد
بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ تم اس کی جناب میں
قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک
نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی
تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو
نہ خودنمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر
غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے
ان پر تکبر۔ . . . . خدا سے ڈرتے رہو اور

تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو ——— ——— اور اسی کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو۔ کیونکہ وہ پاک ہے ۔ ۔ ۔ ۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے۔ اور ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو۔ اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے۔ اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا۔"

(کشتی نوح)

آخر میں دعا ہے کہ ہمارا قدوس و محسن خدا ہم سب کو کامل توحید پر قائم رکھے اور ہمیں خدائے واحد کی رضا و خوشنودی اور اس کا قرب و وصال حاصل ہو۔ آمین یارب العالمین ؀

الفرقان نصف قیمت پر

محترمہ دختر صاحبہ شیخ محمد صدیق صاحب بانی نے چنیوٹ سے ایک رقم بطور اعانت رسالہ الفرقان ارسال فرمائی ہے جزاھا اللہ خیراً۔ اس رقم سے آٹھ خریداروں کے نام رعایتی یعنی **نصف قیمت** پر رسالہ جاری کیا جائے گا۔ مستحق احباب نصف قیمت (تین روپے) آخر فروری **۶۱ء** تک ارسال فرما کر اپنے نام ایک سال کے لئے الفرقان جاری کرا سکتے ہیں ——— (مینیجر الفرقان ربوہ)

دردمندانہ درخواستِ دُعاء

جماعت احمدیہ لاہور کے امیر محترم جناب چودھری محمد اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر گذشتہ دنوں فالج کے عارضہ سے بیمار ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب انہیں کافی افاقہ ہے لیکن ابھی پہلی سی قوت عمل عود نہیں کر سکی۔ ایک مخلص اور جناب چودھری صاحب موصوف ایسے فعال وجود کو اپنی خدمات دینیہ میں کمی سے دلی قلق ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ شافی مطلق خدا جناب چودھری صاحب کو کامل صحت اور پوری شفاء عطا فرمائے آمین۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ جناب چودھری صاحب کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

(ابوالعطاء)

مَیں اور احمدی جماعت

(علامہ نیاز صاحب فتحپوری ایڈیٹر رسالہ نگار لکھنؤ۔ بھارت)

علامہ نیاز فتحپوری نے اپنے ماہنامہ نگار لکھنؤ (ماہ دسمبر ۱۹۶۲ء) میں "باب المراسلة والمناظرہ" میں لکھا ہے :۔

"جب سے مَیں نے احمدی جماعت کے متعلق اظہار خیال شروع کیا ہے اسی وقت سے مجھے یقین ہے کہ دنیا کو سب سے پہلے یہی جستجو ہوگی کہ وہ شخص جو اپنے عقائد کے لحاظ سے دہریہ یا ملحد قسم کا انسان ہے کیوں احمدی جماعت کی موافقت کر رہا ہے اور مرزا غلام احمد صاحب کا کیوں اس قدر معترف ہے۔ اور اسی کے ساتھ مَیں یہ بھی جانتا تھا کہ اس جستجو میں کتنی بدگمانیاں شامل ہوں گی۔ چنانچہ اس دوران میں جو خطوط ہندوستان و پاکستان کے مختلف گوشوں سے موصول ہوئے ہیں اُن سے میرے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔

نمونہ کے طور پر ایک خط ملاحظہ ہو۔ یہ خط جھنگ کے ایک صاحب شیخ عبداللہ کا ہے۔ لکھتے ہیں :۔

"اخبار والے ہمیشہ اس تاک میں رہتے ہیں کہ کوئی ایسا مضمون ہاتھ آجائے۔ کہ خریداروں میں زبردست اضافہ ہو جائے اس لئے آپ کی موجودہ قلابازی پر کوئی تعجب نہیں۔ پہلے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ آپ دہریہ ہیں، اب یہ خیال ہے کہ آپ مرزائی قادیانی ہوگئے ہیں، یا ان سے کوئی رشوت عظیم کھائی ہے۔ لہٰذا آپ کی باتیں کوئی وزن نہیں رکھتیں جب تک آیات قرآنی یا احادیث اُنکی تائید میں نہ ہوں۔ آئندہ اگر نگار میں قادیانی مذہب کی حمایت کا ارادہ ہو تو قرآن و حدیث سے لیس ہوکر میدان میں آئیں"۔

اس سلسلہ میں تین الزام مجھ پر عائد کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے میرا مقصود صرف نگار کی توسیع اشاعت ہے۔ دوسرے یہ کہ مَیں احمدی ہوگیا ہوں۔ تیسرے یہ کہ تبلیغ احمدیت کے لئے مجھے احمدی جماعت کی طرف سے (انہیں کے الفاظ میں) "کوئی رشوت عظیم" ملی ہے۔

ان میں کوئی خیال ایسا نہیں جو انوکھا ہو۔ کیونکہ دنیائے صحافت و تبلیغ میں ایسی متعدد مثالیں مل جائیں گی کہ محض ذاتی اغراض کی بناء پر لوگوں نے اپنا Creed بدل دیا، مذہب بدل دیا، اپنی وطنیت و قومیت بدل دی لیکن جس حد تک نگار اور میری ذات کا تعلق ہے اس سے زیادہ مَیں کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ :۔

گفتہ بودی ہمہ زرق اند و فریب اند و فسوس
سعدی آں نیست ولیکن چو تو فرمائی ہست

ساری دنیا کو معلوم ہے کہ نگار کا ایک خاص حلقہ ہے۔ ان حضرات کا جو ادب، سیاست، مذہب ہر چیز میں آزادی فکر و خیال کے حامی ہیں۔ اسی لئے اس وقت بھی جب پورے ہندوستان میں میرے اور نگار کے خلاف الزام دہریت و الحاد کا طوفان برپا تھا۔ نگار کی اشاعت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور ایک اچھی خاصی جماعت میری ہمنوا ہوگئی۔

اس لئے ظاہر ہے کہ اس صورت میں حمایت احمدیت میں میرا کچھ لکھنا نگار کے لئے باعث نقصان ہی ہوسکتا تھا نہ کہ

نفع بخش۔ کیونکہ اس طرح لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ میں مذہب کے باب میں رجعت پسند ہو گیا ہوں اور وہ نگار سے دست کش ہو جاتے۔ بنابریں یہ قیاس کرنا کہ یہ سب کچھ میں توسیع اشاعت نگار کے لئے کر رہا ہوں کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

اب رہا یہ پہلو کہ اس سے مقصود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس طرح احمدی جماعت میں نگار کے زیادہ خریدار پیدا ہو جائیں گے۔ سو یہ بھی نہایت کمزور پہلو ہے۔ کیونکہ اوّل تو احمدی جماعت کو اس کی چنداں ضرورت ہی نہیں کہ میں یا کوئی اور ان کا پروپیگنڈہ کرے۔ دوسرے یہ کہ احمدی جماعت مشکل ہی سے باور کر سکتی ہے کہ میں کسی وقت احمدی ہو سکتا ہوں۔ کیونکہ جس حد تک عقائد کا تعلق ہے میرے اور ان کے درمیان کافی اختلاف ہے۔

رہی تیسری بات "رشوتِ عظیم" کی سو اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہیں رشوت دینے کی ضرورت کیا ہے جب کہ ان کے سارے کام بغیر رشوت کے ہی اچھی طرح چل رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حقیقت کے لحاظ سے بھی یہ الزام بالکل غلط ہے اور میرا یہ کہنا غلط نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ بصورت دیگر کم از کم احمدی جماعت تو یقیناً سمجھ جاتی کہ میں کس قدر جھوٹا اور لغو انسان ہوں کہ باوجود رشوت لینے کے میں اس سے انکار کر رہا ہوں اور میں ان کی نگاہ میں اپنے آپ کو ذلیل کرنا پسند نہ کرتا۔

بہرحال اس قسم کی بدگمانیوں کی پروا کئے بغیر میں ایک بار پھر نہایت صداقت کے ساتھ یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ میں تو ان کی عملی زندگی کا یقیناً مداح ہوں۔ اور اگر میں بانیٔ احمدیت کی تعریف کرتا ہوں تو اسی لئے کہ وہ مسلمانوں کو صحیح راستہ پر کھینچ لائے اور احساسِ اجتماعی کا وہ زبردست ولولہ اپنی جماعت میں پیدا کر گئے جس کی نظیر مسلمانوں کی کسی دوسری جماعت میں نہیں ملتی۔

رہا یہ مطالبہ کہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اس جماعت کے معتقدات پر گفتگو کروں ——— سو اس مطالبہ پر مجھے سخت حیرت ہے۔ کیوں کہ جب تک پہلے یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ احمدی جماعت قرآن و حدیث کی تعلیمات سے منحرف ہے اس وقت تک قرآن و حدیث سے استدلال کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بلکہ میں تو علی الرغم اس الزام کے یہ دیکھتا ہوں کہ قرآن و حدیث کی تعلیمات پر عمل کرنے کا جو جذبہ ان میں پایا جاتا ہے وہ دوسری مسلم جماعتوں میں نظر ہی نہیں آتا۔

سب سے بڑا الزام جو ان پر قائم کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ختمِ نبوّت کے قائل نہیں۔ حالانکہ اس سے زیادہ لغو و غلط بات کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔ مرزا غلام احمد صاحب نہ صرف یہ کہ رسول اللہ کو خاتم النبیّین سمجھتے تھے بلکہ شریعتِ رسولؐ کو بھی آخری شریعت تسلیم کرتے تھے۔ حیرت ہے کہ لوگوں کو ان کی طرف سے کیوں یہ غلط خیال

قائم ہوگیا اور ان کی تصنیفات کا مطالعہ کئے بغیر محض دوسروں کے کہنے پر کیوں یقین کر لیا گیا۔

اس سلسلہ میں ایک بات ضرور بحث طلب ہے کہ مہدی موعود یا مثیل مسیح ہونے کے سلسلہ میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ کس حد تک قابل قبول ہے۔ سو میں اس کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا کیونکہ اگر میں ان روایات کو درست نہ سمجھوں جو مہدی موعود اور ظہور دجال وغیرہ کے متعلق بیان کی جاتی ہیں تو بھی

یہ حقیقت بدستور اپنی جگہ قائم رہتی ہے کہ مرزا صاحب نے اسلام کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور اصل چیز یہی ہے۔

جہاں تک عقائد کا تعلق ہے عامۃ المسلمین اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں دونوں خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں دونوں رسول اللہ کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں دونوں قرآن کو خدا کا کلام جانتے ہیں دونوں استن دبالحدیث پر عامل ہیں۔ دونوں بقاء روح حیات بعد الموت، حشر و نشر، جزا و سزا بہشت دوزخ اور معجزہ وغیرہ کے قائل ہیں۔ اس لئے عام مسلمانوں کو تو ان کے خلاف کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں۔ رہی یہ بات کہ آپ کیوں یہ بات مان لیں کہ مرزا صاحب مجدد تھے، مہدی موعود تھے، مثیل مسیح تھے وغیرہ وغیرہ۔ سو اول تو مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور اگر ہو بھی تو انکار کے لئے آپ کے پاس کوئی معقول وجہ موجود نہیں سوائے اس کے کہ آپ یہ کہیں کہ ایسا یقین کرنے کو ہمارا جی نہیں چاہتا۔ برخلاف اس کے وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں متعدد روایات ایسی پیش کرتے ہیں جن کی صحت سے آپ کو بھی انکار نہیں اور یہ سب کو بھی جانے دیجئے

خود مرزا صاحب کی زندگی اور ان کا کردار بجائے خود ان کے دعویٰ کا زبردست ثبوت ہے۔

مشکل تو میرے لئے ہے کہ میرے نزدیک خدا، رسولؐ، قرآن، معجزہ، روح، معاد، وحی و الہام وغیرہ تمام مسائل کا مفہوم کچھ اور ہے جو یقیناً احمدی و غیر احمدی دونوں جماعتوں سے بالکل علیحدہ ہے لیکن آپ باوجود اس کے کہ مرزا صاحب کو برا کہنے کی کوئی دلیل اپنے پاس نہیں رکھتے ان کے مخالف ہیں اور

میں کہ ان کے بہت سے معتقدات کا اصولاً قائل نہیں ان سے محبت کرتا ہوں ان کی بڑی عظمت اپنے دل میں پاتا ہوں، میں ان کو بہت بڑا انسان سمجھتا ہوں۔ ایسا کیوں ہے؟ غالباً اسلئے کہ آپ حقیقت کو ڈھونڈتے ہیں کتابوں میں، میں اس کی جستجو کرتا ہوں دلوں میں۔ اور مرزا غلام احمد صاحب کے دل میں میں نے اسی حقیقت کو جلوہ گر پایا۔

مجھے روایات میں نہ الجھائیے ورنہ پھر میں وہی عقل مرزہ کار کی باتیں شروع کر دونگا جو چالیس سال کی کوشش کے بعد بھی نہ مجھے انسان بنا سکیں نہ کسی اور کو، حالانکہ مرزا صاحب نے اسی بہت سی سمجھ میں نہ آنے والی باتوں ہی سے نہ جانے کتنے

حیوانوں کو انسان بنا دیا ——

دلستاں مابین النخل و النجم"

(نگار ماہ دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۸، ۳۰)

<u>ایک ماہر سائنسدان کا تحقیقی مقالہ</u>

ہستیٔ باری تعالےٰ کے سات ثبوت

(جناب ڈاکٹر اے۔ کریسی ماریسن امریکہ کے قلم سے)

ڈاکٹر کریسی ماریسن سابق صدر نیویارک اکیڈمی آف سائنس نے سائنٹفک نقطۂ نظر سے وجود باری تعالیٰ کے دلائل و شواہد پر ایک مضمون (Seven Reasons why a Scientists Believes in God) سپرد قلم کیا تھا جو جنوری ۱۹۴۸ء کے ماہنامہ Readers Digest میں شائع ہوا۔ اس پر پروفیسر کولسن ایف۔ آر۔ ایس صدر شعبہ ریاضیات آکسفورڈ یونیورسٹی نے یہ رائے ظاہر فرمائی کہ:-

"زندہ اور شخصی شہادت کی یہ کرن ہر ایسے شخص کے دماغ کو منور کرے گی جو سائنس کے حیرت انگیز انکشافات اور قدرت کے کرشموں پر غور و فکر کرتا ہے۔ کریسی ماریسن کے اس عقیدے اور اس عظیم مسئلہ کے بعض پہلوؤں پر دوسرے ارباب علم و دانش مزید روشنی ڈال سکتے ہیں اور بعض سائنٹسٹ ایسے بھی ہیں جو اُن کے ان عقائد سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن اس سے انکار ممکن نہیں کہ کائنات کا یہ حیرت افزا اور بے مثل نظم و نسق اور اس کے سامنے انسان کا تحیر و عجز ہی ہستی واجب الوجود پر ایمان کے ارکان اساسی ہیں"

اس رائے کے ساتھ انہوں نے یہ خواہش و استدعا کی کہ یہ مضمون مکرر شائع کیا جائے۔ چنانچہ Readers Digest کے ادارے نے اسے اپنی اکتوبر ۱۹۶۰ء کی اشاعت میں دوبارہ نقل کیا ہے —— اس دلچسپ اور معلومات آفریں مضمون کا اُردو میں آزاد ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جس کے لئے ہم محترم اے۔ ایم۔ انصاری صاحب ریٹائرڈ جج ہائی کورٹ حیدرآباد (دکن) اور رسالہ "طلوع اسلام" کے شکر گزار ہیں۔ (ایڈیٹر الفرقان)

ہر چند کہ سائنس اور حکمت نے بہت کچھ ترقی کر لی ہے لیکن ہم ابھی سائنٹفک دور کے آغاز ہی میں ہیں۔ آئے دن انکشافات کی ہر نئی کرن صاحبانِ غور و فکر کے دماغوں کو منور کر رہی ہے اور ایک علیم و خبیر خالقِ کائنات کی صنعت گری کی تازہ دلیل بنتی جاتی ہے۔ ڈارون کے انتقال کو (۹۰) سال ہو چکے ہیں اس عرصہ میں سائنس نے کئی مہتم بالشان انکشافات کئے ہیں اور اب عقل و حکمت اور علم و یقین کی روح کی بدولت ہم وقوف و آگاہی وجود باری تعالےٰ سے دن بدن قریب تر ہوتے جاتے ہیں۔ چنانچہ اپنی حد تک وجود باری تعالےٰ کے ایمان پر میں مندرجہ ذیل سات سائنسی دلائل پیش کر سکتا ہوں۔

اوّل:- ایک حتمی اور غیر متبدل اصول ریاضیات کے ذریعہ یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وجودِ کائنات اور اس کا نظم و انتظام کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ اس کا منصوبہ اور تخلیق ایک عظیم تعمیری خرد کی صنعت گری کا نتیجہ ہے۔

مثال کے طور پر دس سکے لے لو اور اُن پر ایک سے لے کر دس تک ہندسے ڈال لو۔ پھر انہیں اپنی جیب یا کسی تھیلی میں ڈال کر اچھی طرح ہلا دو۔ اور پھر دیکھنے کی کوشش کرو کہ سارے سکے سلسلہ وار نکلتے چلے آویں۔ ہر بار صرف ایک سکہ نکالو اور

نمبر دیکھ کر پھر تھیلی میں ڈال کر ملاتے جاؤ۔ ریاضی کا اصول اور کوششوں کا تجربہ تمہیں بتا دے گا کہ سکہ کو نمبروار نکالنے میں اوسطاً کم از کم دس کوششیں درکار ہوں گی۔ اور نمبر ایک و دو دونوں کو یکے بعد دیگرے نکالنے میں ایک ہزار کوششوں کا اوسط آ سکے گا اور تمام سکوں کے سلسلہ وار نکالنے میں کوششوں کا اوسط اسی تناسب سے بڑھتا جائے گا اور نمبر ایک سے لے کر نمبر دس تک کے سکوں کو صحیح سلسلہ وار نکالنے کا دس کروڑ کوششوں میں ایک بار موقع آ سکے گا۔ اب اسی طریق اور دلیل کو نظم و ضبط کائنات پر منطبق کرو تو معلوم ہوگا کہ استقرار حیات کے لئے اتنی گوناگوں اور بے شمار شرائط کی ٹھیک اور صحیح تناسب کے ساتھ بہم رسانی اور موجودگی درکار ہے جس کا سرانجام کسی اضطراری یا اتفاقی حادثہ میں ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر کرۂ ارضی ہی کو لے لو۔ یہ اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتا ہے۔ جانتے ہو کیا ہوجاتا اگر یہ رفتار بجائے ایک ہزار کے صرف ایک سو میل فی گھنٹہ ہوتی؟ ہمارے دن اور ہماری راتیں جو اب قریب قریب اکثر قطعاتِ ارضی میں برابر اور بارہ گھنٹہ کی ہیں دس گنا لمبے ہوجاتے۔ اس طویل عرصہ میں تپتے ہوئے سورج کی تمازت ساری نباتات کو جھلس کر رکھ دیتی۔ اگر کوئی ٹہنی یا کونپل کسی وجہ سے بچ بھی جاتی تو طویل سرد راتیں پر جاڑے سے اکڑ کر منجمد اور تلف ہوجاتی۔!

اسی طرح سورج کی کیفیت پر جو ساری حیات کا سرچشمہ ہے غور کرو۔ حساب لگایا گیا ہے کہ اس کی سطح پر حرارت کی مقدار بارہ ہزار ڈگری فارن ہائیٹ ہوتی ہے۔ یہ کرۂ ارضی جس پر ہم رہتے بستے ہیں سورج سے ٹھیک اتنی دوری پر رکھا گیا ہے کہ اس کی نار دائمی ہمیں صرف اس کی اتنی ہی گرمی پہنچاتی ہے جو حیات کے لئے ضروری اور کافی ہے۔ اب اگر سورج اپنی نصف حرارت زائل کر دے تو ہم منجمد ہو کر رہ جائیں۔ اور اگر اس حرارت میں بقدر نصف اور اضافہ ہوجائے گا تو ہم جل بھن کر کباب ہوجائیں!

یہ تو سب کو معلوم ہی ہے کہ کرۂ ارضی کے محور کا خم (۲۳) ڈگری ہے۔ اسی کی وجہ سے مختلف موسم وجود میں آتے ہیں۔ اگر وہ ٹھیک اسی طرح اور اسی زاویہ پر جھکا ہوا نہ ہوتا تو سمندروں کے بخارات شمال سے جنوب کی جانب پھیلتے جاتے اور سارے براعظم برف کے تودوں میں دب کر رہ جاتے۔ اسی طرح چاند اور زمین کے مابین اب جو فاصلہ ہے یہ اگر گھٹ کر صرف پچاس ہزار میل ہوجائے تو جوار بھاٹا میں مد کی کیفیت یہ ہو کہ دن میں دو مرتبہ تمام براعظم غرقاب ہوجائیں اور یہ عظیم الشان پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر بہہ جائیں۔ یا کرۂ ارضی کی ساری سطح اگر دس فٹ اور بلند ہوتی تو آکسیجن جس کے بغیر حیات ممکن نہیں موجود ہی نہ ہوتی۔ یا سمندر کی تہ چند اور فٹ زیادہ عمیق ہوتی تو کاربن ڈائی آکسائڈ (Carbon Di oxide) اور آکسیجن اس میں جذب و تحلیل ہوجاتے اور نباتات کا وجود نابود ہوجاتا۔ اسی طرح کرۂ ہوائی ذرا ہلکا پھلکا ہوتا تو کروڑوں شہاب ثاقب جو اب خلا ہی میں جل بجھ کر راکھ ہوجاتے ہیں کرۂ ارض سے جگہ جگہ ٹکراتے اور ہر طرف شعلے بھڑکا دیتے۔ یہ اور ان جیسی بیسیوں مثالیں ہیں جن پر غور کرنے سے مبرہن ہوتا ہے کہ ہمارا کرۂ ارضی یونہی خود بخود یا اتفاقاً معرضِ وجود میں نہیں آ گیا بلکہ ایک عظیم الشان منصوبے اور انتظام کا نتیجہ ہے!

دوم: ۔ غایت حیات کی کامیابی کے اسباب و ذرائع کا بہم و فراہم کیا جانا ایک ہمہ گیر عقلِ کل کا مظہر ہے۔

حیات کے رموز و اسرار کی تہ تک ابھی کوئی نہیں پہنچ سکا ہے۔ اس کا نہ کوئی وزن ہے اور نہ سمت و جہت۔ لیکن اس میں قوت ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ ایک ننھے پودے کی نرم و نازک بڑھتی ہوئی جڑیں کس طرح رفتہ رفتہ سخت سے سخت

چٹانوں کا سینہ چاک کر کے اپنی راہ نکال لیتی ہیں۔ اب تو حیات نے سمندر، زمین اور ہوا کو مسخر بھی کر لیا ہے اور قدرت کے سارے عناصر پر قابو پاتی جا رہی ہے۔ انہیں مجبور کئے جاتی ہے کہ اپنے آپ کو تحلیل کر کے از سرِ نو متشکل ہوں۔

اب ذرا پروٹو پلازم (Proto plasm) یعنی مادۂ حیات کے خلیہ پر غور کرو۔ یہ کتنا ننھا جیلی کی طرح صاف و شفاف ہے اور کس طرح سورج سے اپنی توانائی حاصل کرتا ہے۔ یہ خورد ترین خلیہ، یہ شفاف دھندلا سا ننھا قطرہ کس طرح جرمِ حیات کو اپنے بطن میں تھامے ہوئے ہے اور کس طرح دنیا کی ہر چھوٹی بڑی جاندار شے کو قوتِ حیات تقسیم کرتا ہے۔ اس ننھے منے قطرہ کی قوتیں ساری نباتات، حیوانات اور انسانوں کی قوت سے بڑھی چڑھی ہوتی ہیں کیونکہ یہی ساری حیات کا منبع ہے۔ نیچر یقیناً حیات کو خلق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور آگ میں جھلسی ہوئی چٹانوں اور بے نمک سمندروں سے تو یہ اہتمام نہیں ہو سکتا سو حیات کا پیدا کرنے والا ہے کون؟ ربّ السّمٰوٰتِ والارض کے سوا کوئی اور نہیں!

سوم: عقلِ حیوانی بیانگِ دہل ایک احسن الخالقین کے وجود کا اعتراف کر رہی ہے جس نے حشرات الارض کی سی حقیر و بے بس مخلوق کو جبلت سے سرفراز کر کے ان کے بقاء اور تحفظ کا بندوبست کر دیا ہے ورنہ یہ بے بس اور بے آسرا رہ جاتے۔

مثلاً سامن مچھلی (Salmon) کا طرزِ حیات تخیل کی کارستانی نہیں بلکہ ایک حقیقت واقعی ہے۔ ہر نوزائیدہ سامن لازماً کچھ عرصہ بڑے سمندر میں جا کر بسر کرتی ہے۔ پھر اسی دریا کے کنارے واپس آ جاتی ہے جس میں معاون ندی ملتی ہے یا جھیل ہوتی ہے جس میں اس کی آفرینش ہوئی تھی۔ غور کیجیے کہ آخر اس نقل و حرکت میں کون اس کا راہبر رہنما ہوتا ہے جو ٹھیک وقت پر اسے صحیح ٹھکانے پر پہنچا دیتا ہے؟ اگر تم اسے ایک جگہ سے نکال کر دوسری معاون ندی میں منتقل کر دو تو وہ فوراً محسوس کر لیتی ہے کہ وہ غلط جگہ لائی گئی ہے۔ چنانچہ وہ فوراً بڑے دریا کی طرف لوٹتی ہے اور اس کے دھارے کے ساتھ پیچھے ہٹتی ہوئی اسی اصل معاون ندی میں پہنچ جاتی ہے جہاں اس کا مرز بوم ہے۔

اور ایل مچھلی (Eel) کے حیرت خیز نقل مقام کے مسئلہ کا حل تو اور بھی دقت طلب ہے۔ ایک خاص عمر کو پہنچ جانے پر مچھلیاں ادھر ادھر کی ساری جھیلوں اور ندیوں سے چل پڑتی ہے اور یورپ سے ہزاروں میل دور کا فاصلہ سمندر کی راہ طے کر کے جزیرہ برمیوڈا (Bermuda) کے پاس جہاں سمندر نہایت عمیق ہے سب ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں اور مقررہ وقت پر انڈے بچے دینے کے بعد خود ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کے نوزائیدہ بچے جن کے لئے علم و دانش کا کوئی ذریعہ بجز اس احساس کے نہیں ہوتا کہ وہ ایسی جگہ ہیں جہاں انہیں رہنا نہیں چاہیئے، وہاں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ اپنی سواحل پر پہنچتے ہیں جہاں سے ان کے مورث روانہ ہوئے تھے بلکہ آگے چل کر ان ندیوں اور جھیلوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں جہاں سے ان کی مائیں ہجرت کر کے نکلی تھیں۔ اس طرح یہ مقام باری باری خالی اور آباد ہوتے جاتے ہیں اور دوسرے موسم میں یہی عمل جاری رہتا ہے اور پھر وہی نقل و حرکت سمندر کی جانب عمل میں آتی ہے آخر ان کا معلم کون ہے؟

آپ جانتے ہوں گے کہ نیش زن ڈکوری کی غذا جھینگر یا چھوٹی ٹڈیاں ہوتی ہیں۔ یہ اپنے شکار کو اس طرح زیر کرتی ہیں کہ وہ مر نہیں جاتے۔ پھر انہیں گھسیٹ کر اپنے سوراخوں میں لے جاتی ہیں اور ان کے ایک خاص حصۂ جسم پر اس طرح ڈنک مارتی ہیں کہ کیڑا مرتا نہیں بلکہ بے حس اور بے سدھ ہو جاتا ہے۔ ڈکوری شکار کو ایسی حفاظت سے رکھ چھوڑتی ہے جیسے ہم

سردخانوں میں گوشت وغیرہ کے تحفظ کا بندوبست کرتے ہیں۔ اس اہتمام کے بعد ڈکوری کہیں پاس ہی انڈے دیتی ہے۔ چند روز میں بچے نکل آتے ہیں۔ وہ اس کیڑے کو ایسے ڈھب سے کُتر کُتر کر کھاتے ہیں کہ وہ مرا نہیں جاتا۔ ورنہ مُردہ کیڑے کا گوشت تو ان کے حق میں زہر ہلاہل ہے۔ یہ بچے جب ذرا بڑے ہو جاتے ہیں تو ان کی ماں وہاں سے اُڑ کر چلی جاتی ہے اور پھر بچوں کی صورت بھی نہیں دیکھتی یہاں تک کہیں دُور جا کر مر جاتی ہے۔ یہ سب ایک موہبت ہے کائنات کے پروردگار کی ورنہ اس پُراسرار طریقِ حیات کی اس کے ماسوا سے توجیہہ نہیں ہوتی کہ فطرت میں ماحول خود مخلوق کو موقع کی نزاکت سے نمٹنا سکھا دیتا ہے۔

چہارم:۔ حیوانی جبلت کے علاوہ انسان میں کچھ اور ودیعت کیا گیا ہے اور وہ ہے شعور و خرد۔

انسان کو چھوڑ کر کسی اور ذی حیات میں ایک سے دس تک گننے یا تعداد کی ماہیت کو سمجھنے کا شعور و سلیقہ اب تک سننے یا دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ جبلت بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی مگر وہ حیات کی موسیقی میں ایک سُر ہے میٹھا اور سامعہ نواز لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ لیکن دماغ انسانی میں دنیا بھر کے سازوں کے پردے اور اَن گنت نغمے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔ نہ کسی مثال کی ضرورت ہے نہ مزید گفتگو کی۔ عقل و شعور کی بدولت ہی انسان اشرف المخلوقات ہے اور اپنے آپ کو ایسا سمجھتا بھی ہے۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اس میں عقلِ مطلق ہی کا پرتو ہے۔

پنجم:۔ جرثومہ حیات میں جو زندگی کے سارے انتظامات ودیعت کر دیئے گئے ہیں۔ ڈارون کو وہ پوری طرح معلوم نہ تھے۔ صرف (Genes) یعنی مادہ حیات کے تحیّر خیز انکشافات ہی اس کی مثال کے لئے کافی ہیں جن کا ہمیں کافی وقوف ہو چکا ہے۔

یہ (Genes) اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ان سے زیادہ چھوٹی کسی چیز کا تصور ہی ممکن نہیں چنانچہ اگر ساری دنیا کی آبادی کے (Genes) کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے تو ایک انگشتانہ بھی نہ بھر سکے گا۔ اس کے باوجود یہ خورد ترین ذراتِ حیات اور ان کے ساتھی کروموسم (Chromosoms) ہر زندہ خلیہ میں موجود رہتے ہیں اور حیوانی و نباتاتی ہستیوں میں خصوصیات ذاتی کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ آخر یہ کیونکر لاتعداد اسلاف کا مخزن بنتے ہیں اور کیونکر اتنی ذرا سی گنجائش میں ہر ہستی کی نفسیات سموئے ہوئے اور محفوظ رکھتے ہیں؟ خلیہ کے بطن ہی میں (Genes) کے ارتقاء کا آغاز ہوتا ہے۔ آخر یہ چند ملین ایٹم کا ذخیرہ یعنی (Genes) صفحہ ارضی کے تمام حیوانات و نباتات کی حیات اور اس کی خصوصیات پر کس طرح قابو رکھتے ہیں؟ اس سے ایک زبردست شہادت مہیا ہوتی ہے اس عظیم الشان اور کامل دانائی کی جو صرف عقلِ خلاقِ عالم کی ہو سکتی ہے۔ کوئی اور ذات اس عظیم بندوبست کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

ششم:۔ کارخانۂ فطرت میں جو فراہمی ضروریات اور بے ضرورت صرف سے احتیاط کا اصول کارفرما ہے اس سے ہم یہ ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ایک ذاتِ علیم و خبیر کی بے نہایت اور بیش بہا دانش ہی سے ویسا اہتمام ممکن ہے۔

کئی سال کا واقعہ ہے کہ آسٹریلیا میں کھیتوں کی حفاظت کے لئے تھوہر (Cactus) کی باڑیں لگائی جاتی تھیں اس ملک میں ایسے جانور یا کیڑے پتنگے نہیں تھے جو اسے کھا سکتے ہوں۔ اس لئے یہ بے تحاشا پھیلتی گئی اور کچھ ایسی سرعت سے پھیلی اور بڑھی کہ چند ہی برسوں میں بڑے بڑے رقبے اراضی کے اس کی دستبرد میں آ گئے جن کا مجموعی رقبہ انگلستان کے پورے رقبے کے لگ بھگ تک پہنچ گیا۔ حتیٰ کہ قصبوں اور

شہروں تک اسی کا جال بچھ گیا۔ اس بلائے بے درماں سے لوگ سراسیمہ ہو کر شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بستیاں ویران ہوتی گئیں اور بے شمار مزرعے ان کی لپیٹ میں آگئے۔ اس کے مداوا کے لئے ماہرین حشرات الارض جمع ہوئے اور بعد مشورت ساری دنیا میں ادھر ادھر ایک ایسی چیز کی دریافت اور تلاش میں نکل کھڑے ہوئے جو تھوہر سے انہیں نجات دلا سکے اور وہ قابو میں لائی جا سکے۔ بالآخر انہیں ایک کیڑا ایسا دستیاب ہو گیا۔ جس کی غذا صرف تھوہر تھی اور سوائے اس کے کسی اور شے کو چھوتا تک نہ تھا۔ ان کیڑوں کی بیل (نسل) بھی بڑی تیزی سے بڑھتی تھی۔ اور آسٹریلیا میں ان کیڑوں کا کوئی دشمن بھی نہ تھا۔ اس طرح ان کیڑوں نے انسان کو ایک خوفناک نباتاتی بلا سے نجات دلائی۔ اب تھوہر کی پرورش اس ملک میں پورے قابو میں آگئی ہے اور کیڑے بھی اس بندوبست کے لئے مناسب اور کافی تعداد ہی میں ہیں اور تھوہر کے حملوں کا اب کوئی خطرہ نہیں رہا۔ اس مثال سے ہمیں یہ بتانا مقصود ہے کہ اس کائنات میں آزاردہ اور نامساعد احوال کے دور کرنے کے وسائل بھی ہر طرف موجود ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ اتنی تیزی سے نسل بڑھانے والے کیڑوں نے ہمارے کرۂ ارض کو کیوں اپنی آماجگاہ نہیں بنا لیا اور ساری نباتات نہیں چگ ڈالی۔ اوّل تو کیڑے دوسری سبزی پر نظر نہیں ڈالتے۔ دوسرے یہ کہ حشرات الارض کے جسم میں مثل اور حیوانات کے پھیپھڑے نہیں ہوتے۔ ان کی نالیاں ہوتی ہیں جن سے وہ سانس لیتے ہیں لیکن جوں جوں یہ کیڑے بڑے ہوتے جاتے ہیں سانس کی نالیاں اسی مناسبت سے بڑی نہیں ہوتیں۔ اس لئے کیڑے مکوڑے بڑی جسامت کے ہو نہیں سکتے اور جلد جلد تلف ہو جاتے ہیں۔ قدرت کے اسی قسم کے فراہم کئے ہوئے موانعات کیڑوں مکوڑوں کی تعداد کو محدود کئے رکھتے ہیں۔ اگر قدرت نے ایسا خصوصی بندوبست نہ کیا ہوتا تو انسان کا وجود محال ہو جاتا۔ ذرا تصور تو کیجئے ایک ایسی بھڑ کا جو شیر ببر جتنی بڑی ہو!

ہفتم:۔ قلب انسانی میں خدا کا کھوج اور ذہن میں اس کا تصور خود وجود باری تعالیٰ پر دال ہے۔

ذہن انسانی میں خدا کا تخیل خود ایک الوہیاتی قوت کا کرشمہ ہے جس سے کائنات کی دوسری تمام ہستیاں یکسر محروم ہیں۔ اسی قوت کو ہم تصور کہتے ہیں۔ اسی کے ذریعہ انسان اور صرف انسان ہی ان دیکھی اشیاء کا تصور کر سکتا ہے اور اس کے وجود کی شہادت بھی پا لیتا ہے۔ اس قوت کا دائرۂ عمل لامحدود ہے اور بلاشبہ کمال کو پہنچا ہوا تصور جب ایک روحانی حقیقت بن جاتا ہے تو اسے کارگاہ فطرت میں ایک عظیم منصوبے اور مقصدیت کے شواہد ہر طرف دکھائی دیتے ہیں حتیٰ کہ یہ عظیم ماہیت مبرہن ہو جاتی ہے کہ سماوی دنیا کیا اور کیسی ہے؟ نیز یہ حقیقت کہ خدا ہر جگہ اور ہر شے میں موجود ہے۔ اور کسی سے وہ اتنا قریب نہیں ہے جتنا کہ وہ قلب انسانی سے ہے۔

الغرض وجود باری تعالیٰ سائنس اور تصورات کی ایک حقیقت ہے اور جیسا کہ زبور میں کہا گیا ہے آسمان کی فضائے بسیط اس کی عظمت و شان کا اعلان ہے اور زمین اس کی بے مثال صنعت گری کا ثبوت۔ دونوں اس کی تقدیس و تحمید میں مصروف ہیں ÷ (ریڈرز ڈائجسٹ ماہ اکتوبر ۱۹۶۰ء)

الفرقان۔ قرآن مجید نے دسیوں آیات میں ان مفاہیم کو بڑی صراحت سے بیان فرمایا ہے۔ اس نے بار بار کائنات اور اس کے نظام پر غور کرنے کی تلقین کی ہے اور ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو "یتفکرون فی خلق السموٰت والارض" پر عمل پیرا ہیں۔ "یسبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض" سے ظاہر ہے کہ درحقیقت کائنات کا ذرہ ذرہ ہستی باری تعالیٰ پر گواہ ہے اور اس کی قدرتوں کا شاہد ہے۔ کاش یورپ کر معترضین اگر سائنسدانوں کی بات پر ہی کان دھر لیں ؎
ز سعدی شنو گر ز من نشنوی ÷

"علامہ اقبال کے بارے میں قابلِ اعتراض رویہ"

صوبائی حکومت سے ہماری ایک ضروری درخواست

گورنمنٹ کالج لاہور کے پروفیسر جناب محی الدین صاحب۔ آنر ایم۔اے نے اورینٹل کالج کے ایم۔اے (اردو) کے طلباء کیلئے "اقبال کا فکر و فن" پر چند لیکچر دیئے۔ چند طلبہ نے روزنامہ "نوائے وقت" (۴ فروری ۱۹۶۱ء) میں اپنے "شکایت نامہ" میں پروفیسر صاحب موصوف کی طرف منسوب کرکے لکھا ہے کہ:۔

"۱۔ انہوں نے فرمایا کہ نطشے کی طرح اقبال کی بھی یہ "ذہنیت" تھی کہ جس فرد یا فلسفے سے وہ مستفیض ہوتا تھا فیض حاصل کرنے کے بعد اس کو برا بھلا کہنے لگ جاتا تھا۔ مثلاً اقبال نے افلاطون اور حافظ سے بے حد فیض اٹھایا پھر انہی کے فلسفۂ حیات کو "مسلکِ گوسفندی" سے تعبیر کیا۔ اقبال نے ایران کے فلسفۂ الٰہیات پر مقالہ لکھ کر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی اور پھر ایرانی تصوف کے خلاف ہی زہر اگلا۔ "علم افزودم ادرس حکمائی فرنگ" کے اعتراف کے باوجود وہ یورپ کے اکثر بزرگوں کی توہین کا مرتکب ہوا۔ نطشے جن چیزوں کو حاصل نہیں کرسکا تھا یا جن خصوصیات کی ان کی اپنی ذات میں کمی تھی انہیں کو اپنا Ideal بنا لیا۔ اسی بات کا اعتراف اقبال نے خود ہی جگہ جگہ کیا ہے ؎

دیا اقبال نے ہندی مسلمانوں کو سوز اپنا
وہ اک مردِ تن آساں تھا تن آسانوں کے کام آیا

(لیکچر مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۶۰ء)

۲۔ اسرارِ خودی میں ایک جگہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اقبال نے لکھا ہے کہ "ایک مرتبہ ایک درویش کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر والد ماجد بے حد رنجیدہ ہوئے اور اس واقعے سے میں نے عام لوگوں خصوصاً فقراء سے سلوک کرنے کا سبق سیکھا —" حالانکہ ہر وہ شخص جس نے اقبال کو قریب سے دیکھا ہے وہ جانتا ہے کہ اقبال کی طبیعت کی یہ کھٹملاہٹ آخری وقت تک برقرار رہی — اقبال کے قول و فعل میں تضاد [illegible] (مہتم)

(لیکچر مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۶۰ء)

۳۔ اقبال کو نظریۂ پاکستان کا خالق کہا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ پان اسلام ازم کی تحریک کا حامی تھا۔ وہ شخص جو شاہین کے لئے کارِ آشیاں بندی کو ذلت گردانتا ہو اور اپنے آپ کو حدود مکانی کا منکر ظاہر کرتا ہو وہ جغرافیائی حدود میں ایک مملکت کے قیام کا مؤید کیسے ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں صرف اقبال کا الہ آباد والا خطبہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ اقبال کے کلام میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کی بنا پر تخلیقِ پاکستان کا Credit اقبال

کو دیا جاسکے ۔"

(لیکچر مؤرخہ ۲۸ر نومبر ۶۰ء)

۴ ۔ "اقبال حافظ شیرازی کا بے حد مخالف تھا۔ چنانچہ حافظ کے رد میں اس نے اسرارِ خودی کے پہلے ایڈیشن میں چند اشعار شائع کئے ۔ اس پر ہندوستان کے علمی حلقوں کی طرف سے زبردست احتجاج ہوا ۔ اس احتجاج سے گھبرا کر اقبال نے دوسرے ایڈیشن سے یہ اشعار حذف کر دیئے ۔ اس پر اکبر الہ آبادی نے اِن الفاظ میں چوٹ کی سہ

رقیب سرٹیفکیٹ دیں تو عشق ہے تسلیم
یہی ہے عشق تو اب ترکِ عاشقی اولیٰ

اقبال کے اندر مصلحت کوشی اور اخلاقی جرأت کا فقدان نہ ہوتا تو وہ اس مخالفت کے خوف سے اپنے خیالات کی تبلیغ کا یہ سلسلہ منقطع نہ کرتا ـــــ

لیکچر مؤرخہ ۵ر دسمبر ۶۰ء"

(نوائے وقت ۴ر فروری ۱۹۶۱ء)

فاضل مدیرِ "نوائے وقت" نے دوسرے دن اپنے ادارتی نوٹ "شپرہ چشم لیکچرر" میں لکھا ہے :-

"صوبائی محکمہ تعلیم، مرکزی وزارتِ تعلیم بالخصوص صوبائی گورنر صاحب سے یہ توقع کی جاتی ہے اور ہم ان سے درخواست بھی کرتے ہیں کہ وہ اس معاملہ کی فوری طور پر تحقیقات کریں اور اگر اورنٹیل کالج کے محبِ وطن طلبہ کی شکایت درست ثابت ہو تو اس بدزبان لیکچرر کے خلاف مناسب کارروائی کریں ۔ اس معاملہ میں چشم پوشی ایک قومی گناہ کے مترادف ہوگی بعض لوگ غالباً ایسے احتساب کو فکری آزادی کے منافی قرار دیں گے لیکن کوئی حقیقت پسند شخص ایسی نام نہاد آزادی کی حمایت نہیں کر سکتا جو قوم و ملک کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کا ذریعہ ہو ۔ یہ فکری آزادی کا مسئلہ نہیں، پریشان فکری کا سیلاب ہے جسے روکنا ضروری ہے ۔"

(نوائے وقت ۵ر فروری ۱۹۶۱ء)

ہم نہیں جانتے کہ "تحقیقات" پر کیا ثابت ہوگا لیکن ہم اِس جگہ دو باتیں ضرور عرض کرنا چاہتے ہیں ۔ **اوّل** یہ کہ پروفیسر صاحب موصوف نے بلاشبہ اپنی تنقید اور اپنے تبصرہ میں ناجائز شدّت اختیار کی ہے ۔ (ہم یہ اِس صورت میں کہتے ہیں جب طلبہ کے پیش کردہ الفاظ واقعی پروفیسر نے کہے ہوں) اور اسے علمی تبصرہ تک محدود نہیں رکھا ۔ مگر دوسری طرف ایڈیٹر صاحب "نوائے وقت" نے بھی تحقیق سے قبل ہی وہ انداز اختیار کر لیا ہے جو مناسب نہیں ۔ بلاشبہ علامہ اقبال ہمارے ملک کے ایک **قابلِ قدر مفکر** اور ایک **بہترین شاعر** تھے ۔ مگر علمی تحقیق اور آزادیٔ فکر کے پیشِ نظر ان کے نظریات اور خیالات پر تبصرہ کرنے کا ملک کے اہلِ علم کو حق حاصل ہے ۔ مگر انداز شریفانہ ہونا چاہیئے ۔ ہمارے نزدیک وہ لوگ ضرور پابندی کے مستحق ہیں جو گندہ مواد پیدا کرتے اور شائع کرتے ہیں اور امن پسند شہریوں کے دلوں کو مجروح کرتے ہیں مگر علمی اور سیاسی ہستیوں کو تبصرہ و علمی تنقید سے بالا قرار دینے سے علمی ارتقاء مسدود ہو جائے گا ۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اِسی مناسبت سے جناب صوبائی گورنر صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ

لاہور میں ایک نام نہاد "حقیقت پسند پارٹی" بھی ہے جن کا دن رات کا مشغلہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے مقدس امام ایدہ اللہ بنصرہ کے خلاف گندے اشتہارات شائع کرکے لاکھوں احمدیوں کے دلوں کو مجروح کریں۔ آپ ان لوگوں کے خلاف بھی "**مناسب کارروائی**" فرمائیں۔ ہم جناب مدیر "نوائے وقت" کے الفاظ میں پورے زور سے کہنا چاہتے ہیں کہ:۔

"یہ فکری آزادی کا مسئلہ نہیں
پریشان فکری کا سیلاب ہے جسے
روکنا ضروری ہے۔"

ہمیں توقع ہے کہ ایڈیٹر صاحب "نوائے وقت" ہماری اس درخواست کی بھی تائید فرمائیں گے ؛

ع م پھر یہ قرآن مجید کا کتنا رعب ہے کہ آج تک ۱۱۶ سال گزرنے کے باوجود بابیوں، بہائیوں کو جرأت نہیں کہ اپنی مزعومہ شریعت کو طبع کرا کر قرآن مجید کے مقابل پیش کرسکیں۔ ہمارا بہائیوں کے لئے یہ کھلا چیلنج ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات کے مقابلہ میں زیادہ نہیں۔ ایک بھی ایسی تعلیم پیش کریں جو قرآن مجید سے اعلیٰ ہو اور ان کی شریعت میں درج ہو۔ یاد رہے کہ بہائی کبھی اس مقابلہ کی جرأت نہیں کرسکیں گے۔ وہ صرف وسوسہ اندازی کرنا چاہتے ہیں ؛

مکتبۂ الفرقان

اسلام اور احمدیت کے متعلق کتابیں، قرآن مجید باترجمہ و مفسّر، قاعدہ یسرنا القرآن ہم سے طلب فرمائیں۔ (مینجر مکتبۂ الفرقان ربوہ)

یہ دَور یقیناً قرآن مجید کا دَور ہے

ایک بہائی کے اعتراض کا جواب

مظفر آباد (آزاد کشمیر) سے ایک بہائی صاحب لکھتے ہیں:۔

"آپ اس وقت دنیا میں قرآن مجید کی تعلیمات پیش کرتے ہیں لیکن جب تک یہ نہ طے ہو جائے کہ یہ دَور قرآن مجید کا دَور ہے یا نہیں اس وقت تک آپ کی تبلیغ محض نمود دکھائی دیتی ہے۔"

جواباً عرض ہے کہ یہ تو ثابت شدہ حقیقت ہے کہ یہ دَور قرآن مجید کا ہی دَور ہے۔ بہائیوں کو بھی مسلّم ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے متعلق اعلان فرمایا ہے:۔

"انّه لا تفنی عجائبه"

(مجموعہ رسائل مؤلفہ ابوالفضائل ص۲۷)

کہ قرآنی حقائق اور عجائب کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

آج کے زمانہ میں بھی دنیا قرآنی صداقتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے۔ خود جناب عبدالبہاء نے تسلیم کیا ہے کہ:۔

"امّا بعد از ہزار سال تحقیق و تدقیق ریاضیون اخیر واضح و مشہود شد کہ صریح قرآن مطابق واقع و قواعد بطلیموس کہ نتیجۂ افکار ہزاراں ریاضی و فلاسفۂ یونان و رومان و ایران بود باطل۔"

(خطابات عبدالبہاء ص۸۶)

جب یہ حقیقت ہے تو کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ یہ دَور قرآن مجید کا دَور نہیں؟ یہ تو محض بابیوں کا جذبۂ انتقام تھا کہ انہوں نے جِند میں آکر بدشت کے صحرا میں سازش کی کہ قرآن مجید کو منسوخ قرار دیدیا جائے۔ جناب بہاء اللہ کا اپنا اقرار ہے کہ:۔

"اگر اعتراض و اعراض اہل فرقان نبود ہرآئینہ شریعتِ فرقان دراین ظہور نسخ نمے شد"

(اقتدار ص۴۷-۴۸) ع م

دلچسپ مکالمہ

(از جناب ارشاد احمد صاحب شکیب)

چند دن ہوئے لائلپور میں میری ملاقات ایک ایسے صاحب سے ہوئی جو سابقہ جماعت اسلامی کے بڑے سرگرم اور فعال کارکن رہ چکے ہیں۔ رسمی تعارف کے بعد احمدیت پر گفتگو شروع ہوگئی۔ انہوں نے یکدم احمدیت پر چند ایک اعتراضات کرڈالے۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ قبل اس کے کہ میں آپ کے اعتراضات کا جواب دوں مجھے آپ یہ بتادیں کہ آپ ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟

جواب ۔ کافر

سوال ۔ اچھا تو بتائیے کہ آپ خود کیا ہیں ؟ ہندو ہیں، سکھ ہیں، عیسائی ہیں، یہودی ہیں یا کسی اور مذہب سے تعلق رکھتے ہیں ؟

جب انہوں نے دیکھا کہ میں نے سوال میں اور سب کچھ کہہ ڈالا ہے مگر مسلمان نہیں کہا تو وہ بڑے تلملائے اور تلملاہٹ کو چھپاتے ہوئے فرمانے لگے کہ ہم مسلمان ہیں۔

میں ۔ میں کیسے تسلیم کرلوں کہ آپ مسلمان ہیں۔ آپ کی پیشانی پر تو لکھا ہوا نہیں کہ آپ مسلمان ہیں۔ آخر ایک کافر کو آپ کے مسلمان ہونے کا کیسے پتہ چلے ؟

وہ ۔ میں اسلام کا پیرو ہوں، کلمہ پڑھتا ہوں، قرآن مجید کو خدا کی الہامی کتاب اور آخری شریعت مانتا ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہوں اسلئے مسلمان ہوں۔

میں ۔ کیا ان باتوں کے ماننے سے کوئی شخص مسلمان ہوجاتا ہے؟

وہ ۔ ضرور ہوجاتا ہے۔

میں ۔ میں تو نہیں مانتا کہ ان باتوں کے ماننے سے کوئی شخص مسلمان ہوجاتا ہو۔ یہ تو سب پرانی باتیں ہیں کوئی نئی بات بتائیے۔

وہ ۔ میں کون ہوں نئی بات بتانے والا۔ میں تو وہی شرائط بتاؤں گا جو اسلام نے مقرر کی ہیں۔

میں ۔ اچھا تو اتنا اور بتا دیجئے کہ ان شرائط کو پورا کرکے فقط آپ ہی مسلمان ہوسکتے ہیں یا کوئی دوسرا شخص بھی ہوسکتا ہے ؟

وہ ۔ جو بھی ان شرائط کو پورا کرے وہ مسلمان ہوسکتا ہے۔

میں ۔ تو لیجئے پھر مجھے مسلمان کرلیجئے۔ میں آپ کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ میں ان سب باتوں پر ایمان لاتا ہوں۔

وہ ۔ کیا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بھی مانتے ہیں ؟

میں ۔ جی ہاں ۔ ضرور مانتا ہوں۔ یہ تو ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔

وہ ۔ لیکن آپ لوگ خاتم النبیین کے ان معنوں پر ایمان نہیں لاتے جو ہمارے علماء کرتے ہیں۔

میں ۔ یہ بتائیے کہ قرآن مجید عربی میں نازل ہوا ہے یا اردو میں ؟

وہ ۔ عربی میں۔

میں ۔ تو پھر ہمیں قرآن مجید کے عربی الفاظ پر ایمان لانا

دُنیا کی بے ثباتی

(ایک نو احمدی جناب حافظ محمد نور العین صاحب ضمیر بہاولپوری کے قلم سے)

دنیا، دنیا، دلفریب اور پیاری دنیا، ہمیں یاد ہے کہ تو ہماری دنیا نہیں۔ پھر بتا کہ ہمیں تجھ سے اگر اتنی ارادت ہے تو کس بات سے؟ ہم جانتے ہیں کہ تو چندروزہ ہے نہیں نہیں، تو نہیں، ہم چندروزہ ہیں۔ خدا جانے تو کب بنی اور کب بگڑے گی۔ کب آباد ہوئی اور کب اُجڑے گی۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ ہم فانیوں میں ہیں۔ تو بقا پر مائل، ہم فنا کے گھائل۔ تجھے برقراری اور استواری ہمیں بیقراری اور ناپائیداری۔ میں سوچتا ہوں کہ مجھے تجھ سے جب تعلق نہیں، نسبت نہیں، لگاؤ نہیں تو ہماری محبت کی بنیاد کیا ہے۔ محبت کا راز تو "کند ہم جنس با ہم جنس پرواز" میں مضمر ہے۔ اے دلِ نادان کچھ تو غور کر۔ چہرہ کا رُخ دنیا کی نظر فریبیوں سے ہٹا کر عاقبت کی طرف موڑ۔ عمر مختصر ہے اور سراسر محدود۔ اگر اس میں دل پھنسا دیا تو جینا محال ہو جائے گا۔ جینے کا ڈھب عبداللہ ابن حفیف سے پوچھ۔ لکھتے ہیں:۔

میں تو اج صدر سے گزرا۔ دیکھا کہ ایک بلند اقبال بوڑھا اور سعادت مند نوجوان حالتِ مراقبہ میں ہیں۔ میں نے یکا یک پکار کر تین سلام کئے۔ مگر کوئی ایک بھی جواب کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ میں نے جھنجھلا کر اللہ کی قسم دی۔ جوان نے سر اٹھایا اور بولا۔ یا ابنِ حفیف تو بیکار رہے! کہ تو نے ہمارے سلام میں عمر کا ایک حصہ کھو دیا۔ عمر کی میعاد بہت قلیل تھی اور اس میں سے تھوڑی باقی ہے۔ تھوڑی سے بہت کم اور کم سے زیادہ سعادت اور خوش قسمتی فراہم کر۔ اتنا کہکر جوان نے سر کو تفکر کے دامن میں ڈھانپ لیا۔ میں بھوکا اور پیاسا تھا لیکن اس جوان کے غم انگیز الفاظ نے میری بھوک اور پیاس کو لوٹ لیا۔ میرا دل دہشت کا لقمہ اور میری جان حیرت کا نوالہ بن گئی اور اسی عالم یاس میں میں نے اُن کے ساتھ دو نمازیں پڑھیں اور اُن سے نصیحت کے واسطے اصرار کیا۔ وہ بولے۔ ہم اہلِ مصیبت ہیں اور ہماری زبانیں گنگ ہو گئی ہیں۔ میں تین دن تک ان کے دروازے پر کھڑا رہا اور ان تین دنوں میں ہم نے خونِ جگر کے سوا کچھ نہ پیا اور کبابِ دل کے سوا کچھ نہ کھایا۔ پھر میں نے نصیحت کے تقاضے میں انہیں اللہ کی قسم دی۔ اُسی جوان نے سر اٹھایا اور کہا کہ اس آدمی کی صحبت اختیار کر جس کے دیدار سے خدا یاد آئے اور جس کی ہیبت تیرے دل کو بھائے۔ جو تجھے زبانِ حال سے نصیحت کرے نہ زبانِ قال سے۔ میں نے اپنے دل کا صبر و قرار اور سکون و ثبات اُن دونوں کے حوالہ کیا اور حیرت کی خاک اُڑاتا ہوا بے قراری کے راستے سے موجِ سیماب کی طرح متواج تھا اپنے گھر کو واپس لوٹا۔

اے دل تو دیکھتا ہے کہ موت زندگی کے تعاقب میں ہے اور آخر وہ دن ضرور آنے والا ہے جبکہ موت کا طمانچہ رخسارِ آرزو کو نیلگوں کر دیگا اور نا امیدی جادہ طائرِ دل کو جھپٹ لے گی۔ اپنی چندروزہ زندگی کی طرف دیکھ۔ کیا ہوائے نفسانی بادِ نسیم اور بادِ بہاری ہے یا بگولا، جھکڑ اور اندھیاری ہے۔ اے دل! جس دنیا کے لئے تجھ میں

ایسے ایسے طوفان پیدا ہو رہے ہیں کیا تجھے یقین ہے کہ تیرے ساتھ جائیگی؟ اگر نہیں تو بتا کہ پھر اِس محبت کا انجام اور ایسی دوستی کی انتہا کیا ہوگی؟ کون کہتا ہے کہ دنیا ہمیشہ رہے گی۔ بلبلوں کے چہچہے، کبک دری کے قہقہے، کوئل کی کوکو، پپیہے کی پی کہاں، پھولوں کی مہک، سبزہ کی لہک، بادِ نسیم کی موجیں، مرغانِ چمن کی فوجیں، پوشاک کی نزاکت، خورد و نوش کی لطافت، شاعروں کی شیریں بیانی، نکتہ دانوں کی نکتہ دانی ..... اگر غور کرو اور سوچو تو اپنے اندر پرکاہ کے برابر بھی جذب اور کشش نہیں رکھتے۔ کیا تم کبھی بیمار نہیں ہوئے۔ بتاؤ تو وہ چیزیں جن کے کھانے اور دیکھنے کے لئے تمہارا دل بلبلا اُٹھتا تھا بیماری کی حالت میں اُن سے کیوں یک قلم منحرف ہوجاتا ہے۔ ایک معمولی درد سر میں اپنی مرغوب و محبوب چیزوں کو خیرباد کہنا پڑتا ہے۔ مطالعہ موقوف، ہوا خوری معطل، میل ملاقات مسدود، راگ رنگ منقطع، اولاد سے بیزاری، خوراک سے نفرت، حکیموں کے تذکرے، ڈاکٹروں کے چرچے، دواؤں کی آمد، کیا دنیا کی یہی نعمتیں جو درد سر تک بھی تمہارا ساتھ نہیں دے سکتیں کیا تم انہی بے وفاؤں پر لٹو ہوئے جاتے ہو؟۔ ان کی مثال ان مکھیوں کی سی ہے جو عیش و عشرت کی چاندنی میں ہجوم کیا کرتی ہیں اور مصائب و آلام کی گھٹا ٹوپ راتوں میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتیں۔ اور یہ امر دوست کی شان کے برخلاف ہے سہ

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

لیکن دنیا کی نعمتوں کا وطیرہ اس کے خلاف ہے۔ افلاطون کا قول ہے کہ "از حق تعالیٰ چیزے مخواہ کہ زوال را منفعت آں راہ باشد بلکہ از و باقیات صالحات طلب کن" دنیا سریع الزوال ہے اور عاقبت کو استقلال۔ محبوبانِ مجازی سے اپنا تعلق قطع کر اور جذبۂ شوق و محبت کو تمام تر خدا کی راہ میں نثار کر ؞

دلچسپ مکالمہ

(بقیہ صفحہ ۴۱)

چاہیئے یا آپ کے علماء کے تراجم پر؟

اِس پر وہ لاجواب ہوگئے اور کہنے لگے کہ بھئی مان گئے کہ مرزائیوں سے دلائل کے ساتھ بات کرنا بہت مشکل ہے۔

دو چار روز کے وقفہ کے بعد پھر انہی صاحب سے احمدیت کے موضوع پر گفتگو چھڑ گئی اور میں نے پوچھا کہ اب تو آپ ہمیں مسلمان سمجھنے لگ گئے ہوں گے؟ اِس دوران میں چونکہ ان سے ذرا بے تکلفی پیدا ہوچکی تھی اسلئے سنجیدہ مُنہ بناکر فرمانے لگے کہ نہیں صاحب ہم تو آپ کو کافر ہی سمجھتے ہیں۔

میں۔ ٹھیک ہے۔ آپ رائے قائم کرنے میں آزاد ہیں۔ جو چاہیں سمجھیں لیکن مجھے اتنا بتا دیں کہ کسی کو مسلمان یا کافر قرار دینا حق کس کا ہے؟

وہ۔ علمائے اُمت کا۔

میں۔ اچھا تو پھر ہمیں اپنے مسلمان ہونے کا ایک سَو ایک مرتبہ یقین ہے اور آپکے کافر ہونیکا ایک سَو دو دفعہ۔

وہ۔ (حیران ہوکر) یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

اِس پر میں نے ایک ایسا پمفلٹ نکال کر اُن کے ہاتھ میں تھما دیا جس میں ۲۰۰ علماء نے مودودی صاحب کو ضالّ، مضلّ اور دجّال قرار دیا ہے ...

..... اور کہا کہ آپ چونکہ کسی کو کافر یا مسلمان قرار دینے کا حق علمائے اُمت کو دیتے ہیں تو علمائے اُمت کی رائے تو آپ کے متعلق یہ ہے۔ باقی رہا ہمارا معاملہ تو ہمارے نزدیک یہ حق صرف خدا اور اس کے رسولؐ کا ہے۔ اسلئے اپنے مسلمان ہونے کا ہمیں کامل یقین ہے۔

اُس دن سے انہوں نے کافر کہنا ترک کر دیا ہے ؞

لائف ممبرز

رسالہ الفرقان کے مستقل خریدار

ذیل میں ان بزرگوں اور بھائیوں کے اسمائے گرامی شکریہ کے طور پر بغرض تحریک دعا شائع کئے جاتے ہیں جنہوں نے رسالہ کے استحکام کے لئے دس سال کے پیشگی چندہ کے ساتھ آئندہ دس سال کی خریداری منظور فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ میں ان کے لئے دعاگو ہوں احباب بھی ان کے لئے درخواست دعا ہے ——— ابو العطاء

ربوہ

- سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی۔
- حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج۔
- حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی۔
- جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نائب صدر عالمی عدالت ہیگ۔
- جناب چوہدری محمد شریف صاحب خالد ایم۔ اے پروفیسر تعلیم الاسلام کالج۔
- جناب رفیق احمد صاحب ثاقب پروفیسر تعلیم الاسلام کالج۔
- جناب چوہدری محمد لطیف صاحب ایم۔ اے دار الصدر غربی۔
- حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری۔
- حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب بھٹی
- جناب ڈاکٹر سید سلطان محمود صاحب شاہد بی۔ ایچ ڈی۔
- جناب چوہدری یحییٰ حسن صاحب باجوہ

قادیان

- جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر
- جناب مسعود احمد صاحب ایس شاہجہانپوری
- جناب چوہدری عبد القدیر صاحب درویش۔
- " ملک بشیر احمد صاحب کمپاؤنڈر احمدیہ شفاخانہ
- جناب سید شہامت علی صاحب سہارنپوری
- " ڈاکٹر مظفر دین صاحب درویش
- " حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری

ضلع جھنگ

- جناب میاں بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ جھنگ صدر۔
- جناب ملک محمد حیات صاحب تسو آنہ موضع دولہ ضلع جھنگ۔
- جناب چوہدری عبد الحلیم خان صاحب چک ۴۹۵ ج ب ضلع جھنگ۔
- جناب چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ۔ ایڈووکیٹ۔

ضلع سرگودھا

- جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ سرگودھا شہر
- جناب حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب بلاک ۱۴ سرگودھا شہر
- جناب چوہدری جلال الدین صاحب چک ۲۷ جنوبی۔
- جناب شیخ محمد اقبال صاحب پراچہ یونائیٹڈ ٹیکسٹائلز لمیٹڈ سرگودھا۔
- جناب شیخ عبد الرحمن صاحب آڑھتی۔
- " ڈاکٹر ریاض حسین صاحب رضوی ہیلتھ سنٹر فاٹذ آباد۔

ضلع لاہور

- جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر۔ امیر جماعت احمدیہ
- جناب چوہدری محمد شفیع صاحب پتوکی ضلع لاہور۔
- جناب قریشی عبد الرشید صاحب ۲۰/R وحدت کالونی۔
- جناب خواجہ محمد شریف صاحب برانڈرتھ روڈ۔
- جناب امیر الدین صاحب بن باغ۔
- " ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب وائس پرنسپل ڈینٹل ہسپتال۔
- جناب سید بہادر شاہ صاحب نسبت روڈ
- جناب سردار بشیر احمد صاحب ایس۔ ڈی۔ او۔ لوکپو روڈ۔
- جناب چوہدری عزیز احمد صاحب کسٹوڈین لاہور۔
- جناب چوہدری فتح محمد صاحب دی لاہور ہریجے ٹرانسپورٹ۔
- جناب چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ۔ لاہور
- جناب قریشی قمر احمد صاحب بریلوی ماڈل ٹاؤن لاہور
- جناب چوہدری نور احمد خان صاحب گوالمنڈی لاہور۔
- جناب سراج الدین صاحب نسبت روڈ
- " چوہدری عبد الحکیم صاحب ۴۴ میکلوڈ روڈ لاہور۔
- جناب قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ میکلوڈ روڈ۔
- جناب چوہدری عبد الحمید صاحب مکان ۱۱۱ ج ماڈل ٹاؤن
- جناب ڈاکٹر محمد عبد الحق صاحب ایم۔ بی بی۔ ایس لاہور۔
- جناب ملک عبد اللطیف صاحب ستکوہی۔

- جناب حافظ عبدالکریم صاحب فضل۔ فضل ریڈیو
- جناب محمد عثمان صاحب لکشمی مینشن
- جناب ایس ۔ یو شیخ صاحب کوثر
- جناب حکیم سراج الدین صاحب بھاٹی گیٹ۔
- جناب ڈاکٹر احسان علی صاحب ۱۷۔ میکلوڈ روڈ۔
- جناب مسٹر اے ملے بھٹی صاحب اکاؤنٹنٹ مال روڈ۔
- جناب محمد ابراہیم صاحب ریاض ریڈیو سروس ۲۵ دی مال۔
- جناب چوہدری فضل الرحمٰن صاحب ۶۔ دیال سنگھ مینشن ۔ دی مال
- جناب شیخ فضل احمد بشیر احمد صاحبان سمن آباد۔
- جناب رشید احمد صاحب ملک۔
- جناب صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب
- جناب خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب ماڈل ٹاؤن
- جناب مرزا عبدالرحمٰن صاحب ناصر پروفیسر انجنیئرنگ کالج۔
- جناب شیخ محمد شریف صاحب سمن آباد۔
- جناب عبدالرشید صاحب افریقی
- جناب چوہدری شریف احمد صاحب ٹھیکیدار

ضلع راولپنڈی

- جناب سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب ۱۱۴۔ ڈلہوزی روڈ ۔ صدر
- جناب شیخ غلام حیدر صاحب ڈی ۔ اے ۔ وی کالج روڈ۔
- جناب صوفی محمد شفیع صاحب ایمپائر ہوٹل ۔ صدر راولپنڈی
- جناب میجر عزیز احمد صاحب شاہنواز لمیٹڈ مال روڈ۔
- محترمہ بیگم صاحبہ جناب میاں حیات محمد صاحب مرحوم۔ ۱۔ اصغر مال روڈ راولپنڈی۔
- جناب چوہدری نذیر احمد صاحب سیالکوٹی سی۔ سی ۔ ایم ۔ اے۔
- جناب کیپٹن محمد اسحاق صاحب ملک ۔ مری روڈ۔
- جناب رفیق احمد صاحب دہلوی نیا محلہ راولپنڈی۔
- جناب ڈاکٹر عمرالدین صاحب ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس مری روڈ۔
- جناب قاضی عبدالغنی صاحب حلقہ مسجد راولپنڈی۔
- جناب محمد یونس صاحب فاروق سٹیلائٹ ٹاؤن۔
- جناب محی الدین صاحب محلہ کرتارپورہ بابا روڈا روڈ۔
- سید مقبول احمد صاحب ڈلہوزی روڈ
- جناب ملک مظفر احمد صاحب کالج روڈ ۔ راولپنڈی
- جناب ایم ۔ اے ۔ غنی صاحب بی ۔ اے تیلی محلہ راولپنڈی۔
- جناب کرنل محمود احمد صاحب سٹیلائٹ ٹاؤن
- جناب ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب غنی بی ۔ اے سٹیلائٹ ٹاؤن
- جناب قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی کشمیری بازار راولپنڈی
- جناب کیپٹن اے ۔ لونیڈ احمد صاحب چرچ روڈ ۔ راولپنڈی۔
- جناب چوہدری نورالحسن صاحب موضع بنیارا ضلع راولپنڈی۔
- جناب شیخ عبدالحکیم صاحب شملوی سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔
- جناب ملک بشیر احمد صاحب فلائٹ لفٹیننٹ کالج روڈ۔
- جناب میجر عبدالرحمٰن صاحب مغل سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی
- جناب کیپٹن کرامت اللہ صاحب سکول آف سگنل راولپنڈی۔
- جناب چوہدری مبارک احمد صاحب ایم ۔ ایس ۔ سی راولپنڈی
- جناب صوبیدار نواب دین صاحب محلہ امرپورہ راولپنڈی۔
- جناب کیپٹن عبدالحی صاحب پریم گلی ۔ صدر راولپنڈی۔
- جناب خواجہ عنایت اللہ صاحب چھاچھی محلہ راولپنڈی۔
- جناب شیخ غلام رسول صاحب نیا محلہ راولپنڈی۔
- جناب میجر چوہدری عزیز احمد صاحب مری

ضلع ملتان

- جناب ملک عمر علی احمد صاحب امیر جماعتہائے ضلع ملتان
- جناب میاں محمد عمر صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ۔
- جناب شیخ عبدالرحیم صاحب پراچہ کالٹکس ایجنٹ۔
- جناب زاہد احمد خان صاحب
- جناب نصیر احمد صاحب ریڈیو فورمین ملتان۔
- جناب عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ
- جناب ڈاکٹر رفیق احمد صاحب ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس بوریوالہ۔
- جناب مولوی ظفر احمد صاحب صدیقی سکندرآباد ضلع ملتان۔
- جناب بشارت احمد صاحب باجوہ اوورسیر ۔ پیران غائب
- جناب محمد نعیم، محمد سیم، محمد حلیم صاحبان پسران شیخ محمد اسلم صاحب دنیاپور
- جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس ملتان چھاؤنی۔
- جناب ڈاکٹر عبدالکریم صاحب بیرون حرم گیٹ ملتان شہر۔
- جناب ماسٹر نواب الدین صاحب ایم ۔ اے
- جناب چوہدری شریف احمد ولی محمد صاحبان کچہری بازار خانیوال۔
- جناب شیخ عبدالغفور صاحب پٹواری نہر احمد نگر۔
- جناب حکیم انوار حسین و محمود احمد صاحبان کچہری بازار خانیوال۔
- جناب شیخ محمد اسلم و محمد سلیم صاحبان کمیشن ایجنٹ دنیاپور

• جناب چوہدری منور احمد خان صاحب
بیرون حرم گیٹ ملتان شہر۔
• جناب چوہدری محمد اکرام اللہ صاحب
ادمیگار ریڈیو کمپنی ملتان شہر۔
• جناب شیخ محمد منیر صاحب احمدی
دنیا پور ضلع ملتان۔
• جناب سیٹھ اللہ جوایا صاحب
حسین آگاہی ملتان شہر۔

ضلع سیالکوٹ

• جناب چوہدری انور حسین صاحب
ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ
• جناب شیخ محمد بشیر صاحب آزاد
انبالوی منڈی مریدکے۔

ضلع گوجرانوالہ

• جناب عبد الرحمن صاحب صابر
مینیجر سنگر مشین کمپنی گوجرانوالہ
• جناب میاں برکت علی، غلام احمد
صاحبان وزیر آباد۔
• جناب چوہدری محمد شریف صاحب
فیروز والہ۔
• جناب میاں محمد شریف صاحب
باغبانپورہ۔ گوجرانوالہ۔
• جناب چوہدری عبد الحمید صاحب
تھانہ بازار گوجرانوالہ۔
• جناب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب
"ہاکورا" وزیر آباد۔
• جناب چوہدری مقبول احمد صاحب
انسپکٹر آف ورکس ریلوے
وزیر آباد۔

• جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب
ایمڈ برادرز وزیر آباد۔
• میاں محمد خان اکبر علی صاحبان
سوداگران چرم وزیر آباد۔
• میاں عنایت اللہ صاحب
فاروق کٹری نظام آباد۔
• جناب ملک منظور احمد صاحب
لاہوری گیٹ وزیر آباد۔
• جناب میاں قمر الدین صاحب
مرحوم کھوکھر۔ گوجرانوالہ
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب
ڈسٹرکٹ انجینئر گوجرانوالہ
• جناب چوہدری پیر محمد صاحب
ہیڈ کلرک محلہ اسلام آباد۔

ضلع گجرات

• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب
ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ
• محترمہ بیگم صاحبہ جناب سید عبد العزیز
صاحب منڈی بہاؤالدین۔
• جناب محمد الدار مبارک احمد صاحب
کھاریاں چھاؤنی۔

ضلع جہلم

• جناب سیٹھی عبد الحق صاحب
دار اللباس مین بازار جہلم۔
• جناب سیٹھی خلیل الرحمن صاحب
مشین محلہ جہلم شہر۔
• جناب خواجہ عبد اللطیف صاحب
جنرل مرچنٹ
مین بازار جہلم

ضلع سیالکوٹ

• جناب حکیم سید پیر احمد شاہ صاحب
بازار پنساریاں سیالکوٹ شہر۔
• جناب چوہدری نذیر احمد صاحب
ایڈووکیٹ نائب امیر جماعت احمدیہ
• جناب چوہدری خالد سیف اللہ خان
صاحب سیالکوٹ شہر۔
• جناب چوہدری عبد الستار صاحب
درگانوالی۔
• جناب محمد علی صاحب ڈسپنسر
بارہ منگا۔
• جناب میاں سلطان احمد خان صاحب
منڈیکے گرایہ۔
• جناب چوہدری غلام حسین صاحب
گوہد پور۔

کوئٹہ

• جناب شیخ محمد حنیف صاحب
امیر جماعت احمدیہ
• جناب میاں بشیر احمد صاحب ایم۔اے
فاطمہ جناح روڈ۔
• جناب شیخ کریم بخش صاحب مرحوم
• جناب شیخ محمد اقبال صاحب
اقبال جوٹ ہاؤس جناح روڈ۔
• جناب شیخ عبد الاحد صاحب
پوسٹ بکس ۲۴۴
• مجلس خدام الاحمدیہ مسجد احمدیہ
شارع فاطمہ جناح۔
• جناب خلیفہ عبد الرحمن صاحب۔
• " ماسٹر عبد الکریم صاحب جناح روڈ۔

• احمدیہ پبلک لائبریری،
شارع فاطمہ جناح۔
• جناب سید قربان حسین شاہ صاحب۔
• " خان عبد الوحید خان صاحب۔
• جناب ڈاکٹر میجر سراج الحق خان صاحب۔
• جناب چوہدری محمود احمد صاحب
• جناب عطاء الحق خان صاحب
م/س حق برادرز سینفنی روڈ۔
• جناب چوہدری محمد ابراہیم صاحب ڈارہ
• جناب سیٹھ محمد سعید صاحب۔

اضلاع سابق صوبہ سندھ

• جناب چوہدری سلطان علی صاحب
کمیشن ایجنٹ محراب پور۔
• جناب خان نصیر احمد خان صاحب تاجر
حق برادرز۔ خانپور۔
• جناب حاجی عبد الرحمن صاحب
رئیس باندھی ضلع نوابشاہ
• جناب محمد عبد اللہ صاحب رئیس
زمیندار۔ باندھی ضلع نوابشاہ
• جناب علاؤ الدین صاحب گوٹھ
علاؤ الدین ضلع نوابشاہ۔
• جناب چوہدری عطا محمد صاحب
گوٹھ امام بخش ضلع نوابشاہ
• جناب چوہدری محمد عبد اللہ صاحب
گوٹھ امام بخش ضلع نوابشاہ
• جناب چوہدری غلام نبی صاحب
گوٹھ امام بخش ضلع نوابشاہ
• جناب چوہدری برکت علی صاحب
گوٹھ سردار محمد پنجابی ضلع نوابشاہ۔

• جناب حاجی قمرالدین صاحب
گوٹھ قمر آباد ضلع نواب شاہ
• جناب حاجی کریم بخش صاحب
گوٹھ قمر آباد ضلع نواب شاہ
• جناب ڈاکٹر فقیر محمد صاحب
گوٹھ قمر آباد ضلع نواب شاہ
• جناب رئیس عبدالحمید صاحب
باندھی ضلع نواب شاہ
• جناب چوہدری صادق احمد صاحب
کمیشن ایجنٹ دریاخان مری
ضلع نواب شاہ۔
• مجلس خدام الاحمدیہ گوٹھ جمال پور
ضلع نواب شاہ
• جناب ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب
مارکیٹ روڈ۔ نواب شاہ
• جناب سیٹھ محمد دین صاحب
مرحوم۔ نواب شاہ
• جناب چوہدری غلام رسول صاحب
گوٹھ غلام رسول ضلع تھرپارکر
• جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب
صدیقی۔ میرپور خاص
• جناب بابو عبدالغفار صاحب
فوٹو سپیڈ سروس سالار روڈ حیدرآباد
• جناب چوہدری محمد اکرام صاحب
لطیف آباد۔ حیدرآباد
• جناب ڈاکٹر احمد الدین صاحب
امیر جماعت احمدیہ کنری۔
• جناب چوہدری شاہدین صاحب
گوٹھ شاہدین ضلع نواب شاہ۔

• جناب فضل الرحمن خان صاحب
زیل پاک سیمنٹ فیکٹری حیدرآباد
• جناب چوہدری رحمت اللہ صاحب
کمیشن ایجنٹ ڈیرہ نواب صاحب
• جناب ملک محمد الٰہی صاحب،
جارکول مرچنٹ بدین ضلع حیدرآباد
• جناب ملک جلال الدین صاحب
جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ بدین
• جناب ملک محمود احمد صاحب
جارکول مرچنٹ۔ بدین
• جناب مہر غلام محمد صاحب
جارکول مرچنٹ۔ بدین
• جناب چوہدری کرامت اللہ صاحب عابدین
• جناب چوہدری فضل احمد صاحب
پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ رحیم یار خان
• جناب سید حضرت اللہ صاحب پاشا
ایم۔ اے لاہور

بہاولپور

• جناب خان عزیز محمد خان صاحب
ایڈمنسٹریٹو آفیسر بہاولپور
• جناب چوہدری غلام احمد صاحب
دفتر ڈپٹی چیف انجینئر اریگیشن
• جناب پیر محمد اقبال صاحب اسٹیشن ماسٹر

کراچی

• جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے
صدر شعبہ نفسیات کراچی یونیورسٹی
• جناب عبدالرحیم صاحب مدہوش
رحمانی۔ مارٹن روڈ
• دی ویسٹرن سپر دسز لمیٹڈ بم اینڈ روڈ

• جناب عبدالرزاق صاحب ہینڈرسنز
فوٹوگرافرز پیر الٰہی بخش کالونی
• جناب چوہدری بشیر احمد صاحب نمبر
بی۔ اسے۔ کورنگی کریک
• جناب چوہدری حاجی مسعود احمد صاحب
نور رشید۔ گھوڑی گارڈن
• جناب محمد شریف صاحب چغتائی
اسسٹنٹ ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل۔
پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف کراچی
• محترمہ نور سلطانہ صاحبہ کوارٹر $\frac{209}{2}$
کورنگی کریک۔
• جناب مولوی صدرالدین صاحب احمد
سنگھا پیر روڈ۔
• جناب غلام احمد صاحب $\frac{4}{4}$
فردوس کالونی۔ گولیمار نمبر 2

مغربی پاکستان کے دیگر اضلاع

• جناب نوابزادہ محمد امین خان صاحب
بنوں شہر۔
• جناب محمد سعید احمد صاحب
اسسٹنٹ انجینئر ایئر فورس پشاور
• جناب قاضی محمد برکت اللہ صاحب
پروفیسر گورنمنٹ کالج میرپور
• جناب سردار امیر محمد خان صاحب
قیصرانی۔ کوٹ قیصرانی ضلع
ڈیرہ غازیخان۔
• جناب مبارک علی صاحب ۱۶ جناح روڈ
لائلپور۔
• جناب مولوی برکت علی صاحب لائق
نادرن فلور ملز جڑانوالہ ضلع لائلپور

• جناب مرزا محمد عبداللہ صاحب
جی۔ ٹی روڈ پشاور شہر
• جناب چوہدری عبدالمالک صاحب
فاضل۔ ڈیرہ اسماعیل خان۔
• جناب مولوی خلیل الرحمن صاحب
محلہ رام پورہ۔ پشاور شہر
• جناب شیخ محمد صاحب صدر معلم
ڈی۔ بی پرائمری سکول بنالہ اسٹیٹ
ضلع منٹگمری۔

مشرقی پاکستان

• جناب شیخ محمود الحسن صاحب
امیر جماعت احمدیہ ڈھاکہ۔
• جناب قاضی خلیل الرحمن صاحب خادم
مہ بخشی بازار روڈ۔ ڈھاکہ۔
• جناب میاں محمد انور و ڈاکٹر محمد شفیق
صاحبان۔ چٹاگانگ۔
• جناب چوہدری محمد خالد صاحب
چٹاگانگ۔
• جناب محمود احمد علاؤالدین صاحب
سکندرآبادی۔ چٹاگانگ
• محترمہ محمودہ بیگم سعدی صاحبہ
چٹاگانگ۔
• جناب محمد سلیمان صاحب۔
سوہا روڈ۔ ڈھاکہ
• جناب مولوی ابوالخیر محب اللہ صاحب
محمود نگر ضلع راجشاہی
• جناب صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب
بیرسٹر۔ ڈھاکہ
• جناب فضل کریم صاحب ملا۔ ڈھاکہ

• جناب ڈاکٹر عبد الصمد صاحب
ڈی۔پی۔ایچ۔نارائن گنج ڈھاکہ
• جناب چوہدری انور احمد صاحب
کاہلوں۔نارائن گنج ڈھاکہ
• جناب چوہدری خورشید احمد صاحب
کاہلوں ۔ ڈھاکہ

بھارت کے دیگر علاقے

• جناب مولانا محمد سلیم صاحب
فاضل ۔ کلکتہ
• جناب صالح الشیبی النہدی
نئی دہلی ۔
• محترمہ امۃ النصیر صاحبہ اہلیہ
مکرم صالح الشیبی صاحب نئی دہلی ۔
• جناب سید فضل احمد صاحب
سپرنٹنڈنٹ پولیس۔گیا (بھارت)
• جناب مولوی کمال الدین صاحب
مالا باری ۔ مدراس
• جناب ایم۔محمد عبد اللہ صاحب
حیدرآباد دکن
• جناب امیر علی صاحب صدیق
جنوبی کنارہ۔جنوبی ہند

• جناب مولوی سراج الحق صاحب
عثمان گنج۔حیدرآباد (انڈیا)
• جناب میاں محمد عمر صاحب سہگل
کلکتہ (بھارت)
• جناب میاں محمد بشیر صاحب سہگل
کلکتہ (بھارت)

دوسرے ممالک

• جناب چوہدری نذیر احمد صاحب
ایم۔ایس سی۔غانا (مغربی افریقہ)
• جناب مسٹر عبد العزیز عزیز الدین
صاحب ۔ لندن
• جناب ناظم خان صاحب غوری
مارگوری (مشرقی افریقہ)
• جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر
ٹبورا (مشرقی افریقہ)
• جناب ایم۔اے ہاشمی صاحب
کویت (عرب)
• جناب چوہدری عبد الستار صاحب
کویت (عرب)

اشتہار

قرآن مجید مترجم

ترجمہ از شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب
حاشیہ پر تفسیر از شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی۔
تاج کمپنی نے شیخ الہند اور شیخ الاسلام کے بے نظیر ترجمہ و تفسیر کو اس کی شان و عظمت کے مطابق بڑی تقطیع پر عکسی بلاکوں کے ساتھ طبع کیا ہے صفحہ کا طول ۱۵ عرض ۱۰ انچ عربی متن اور اردو ترجمہ و تفسیر کی قلم اتنی جلی ہے کہ ہر عمر کے لوگ آسانی سے تلاوت کر سکتے ہیں۔تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی
یا پوسٹ بکس ۲۵۲ لاہور کے نام ایک خط لکھ کر
نمونہ کے صفحے مفت منگوا کر
زیارت کیجئے

ہماری مطبوعات

(۱) بہائیت کی تردید میں لاجواب کتابیں (از قلم ابو العطاء جالندھری)
• بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ ۱۲؍
• بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے ۴؍
(۲) شانِ رسولِ عربی (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات) ۱۲؍
(۳) حیاتِ طیبہ (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی زندگی کی پوری تاریخ)
از شیخ عبد القادر صاحب فاضل ساڑھے روپے
(۴) اسلام پر ایک نظر (ایک مستشرق خاتون کے قلم سے اسلام کا دفاع) دس آنے
(مینیجر مکتبہ الفرقان۔ربوہ)

ضروری اعلان

مندرجہ بالا فہرست میں اب صرف انہی خریدار صاحبان کے اسمائے گرامی شامل ہو کر دعا کے لئے دس سال کی مقررہ مدت میں اشاعت پذیر ہونگے جو دس سال کا مقررہ چندہ ساٹھ روپے یکمشت پیشگی ادا فرمائیں گے۔ (مینیجر الفرقان ربوہ)

"الفردوس"

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ھے

"الفردوس"

۸۵۔انارکلی لاہور

آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے بےنظیر تحفہ

نورکاجل

- آنکھوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔
- نظر کو صاف اور تیز کرتا ہے۔
- آنکھوں کو گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔
- آنکھوں میں خوبصورتی اور چمک پیدا کرتا ہے۔
- خارش، پانی بہنا، ہھنی اور ناخونہ کا بہترین علاج ہے۔

بوقتِ ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں۔
قیمت فی شیشی عہر علاوہ محصول ڈاک وپیکنگ۔

دماغی

دل و دماغ کے لئے بہترین ٹانک۔ دماغی محنت کرنے والے طلباء، وکلاء، پروفیسرز، ججز وغیرہ کے لئے بہت راحت و آرام کا موجب ہوتی ہیں۔ اسی طرح کثرتِ کار یا تفکرات یا پریشانی کی وجہ سے جن لوگوں کے دماغ کمزور ہوگئے ہوں، سر میں گرانی اور درد ہو، گردن اور کندھوں میں درد رہتا ہو ان کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہیں۔ ان کا استعمال آپ کی کارکردگی میں اضافہ اور آپ کی طبیعت میں بشاشت پیدا کرے گا، انشاء اللہ۔

ایک گولی صبح بعد ناشتہ، ایک دوپہر ایک شام بعد غذا ہمراہ آب۔

قیمت فی شیشی ۳۰ گولی پانچ روپے ÷

تیار کردہ
خورشید یونانی دواخانہ۔ گول بازار ربوہ

رسالہ کے قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ کی تاریخ اشاعت ہر انگریزی ماہ کی دس تاریخ ہے۔

(۲) رسالہ کا سالانہ چندہ پاکستان اور بھارت کیلئے چھ روپے ہے۔ دوسرے ممالک کے لئے بارہ شلنگ مقرر ہیں۔ چندہ بہرحال پیشگی وصول ہونا چاہیئے۔

(۳) وقت مقررہ پر رسالہ باقاعدہ چیک کر کے پوسٹ کیا جاتا ہے اگر معین وقت تک رسالہ نہ ملے تو اپنے ڈاکخانہ سے دریافت فرمائیں۔ اگر پھر بھی نہ ملے تو ایک شکایتی کارڈ مینیجر الفرقان کو بھی کے نام ارسال فرمائیں تا ہم بھی افسران بالا کو توجہ دلائیں۔

(۴) دوبارہ رسالہ صرف ان کو خرید کر بھیجا جاسکتا ہے جو اس ماہ کی ۲۰ تاریخ تک رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت کریں گے۔ بیس تاریخ کے بعد طلب کرنے والے دوست ہمیں معذور سمجھیں گے۔

(۵) تمام دریافت طلب امور کے لئے ٹکٹ یا لفافہ آنا ضروری ہے۔

(۶) ترسیل زر بنام مینیجر ہو اور مضامین ایڈیٹر کے نام بھیجے جاویں۔

(۷) جو مضمون شائع نہ ہو سکے وہ پندرہ دن تک ٹکٹ ڈاک بھیج کر واپس منگوایا جا سکتا ہے۔

(۸) پتہ تبدیل کرانے کے لئے بروقت اطلاع دینا خریدار کی ذمہ داری ہے ورنہ نئے پتہ پر رسالہ بھیجنے کے لئے دفتر ذمہ وار نہ ہوگا۔

(۹) نمونہ کا پرچہ محصول ڈاک کے لئے پورے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے۔

(۱۰) صاحب استطاعت دوست کی طرف سے اعانتی رقوم آنے پر ایسے کا ہے مستحقین کے نام رعایتی قیمت پر بھی رسالہ جاری کیا جاتا ہے۔

مینیجر الفرقان ربوہ

جناب پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب کا شکریہ

ماہ اگست ۱۹۶۰ء کے الفرقان میں ہم نے عملہ ڈاکخانہ ربوہ کے متعلق ایک شکایت شائع کی تھی۔ جناب پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب لاہور نے اس شکایت کی طرف توجہ فرمائی ہے اور بعد تحقیق شکایت کو درست پا کر آئندہ کے لئے اس قسم کی شکایت کے پیدا ہونے کے سدباب کا یقین دلایا ہے۔ ہم شکریہ کے ساتھ ان کی چٹھی مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۶۱ء کو لفظ بلفظ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جناب پوسٹماسٹر جنرل صاحب لکھتے ہیں:۔

Sir,

With reference to your complaint published in monthly Al-Furqan Rabwah against the staff of Rabwah P.O. I have the honour to inform you that the sub postmaster Rabwah was ignorent of rules, which resulted in the complaint. Necessary departmental action is being taken against the sub-postmaster concerned.

It is hoped, that you will have no such cause of complaint in future. The inconvenience caused to you in this respect is much regretted."

درحقیقت ایسے فرض شناس اعلیٰ افسران ہی کسی محکمہ کی نیک شہرت کا ذریعہ ہیں۔ کثّر اللہ امثالہم۔ (مینیجر الفرقان)